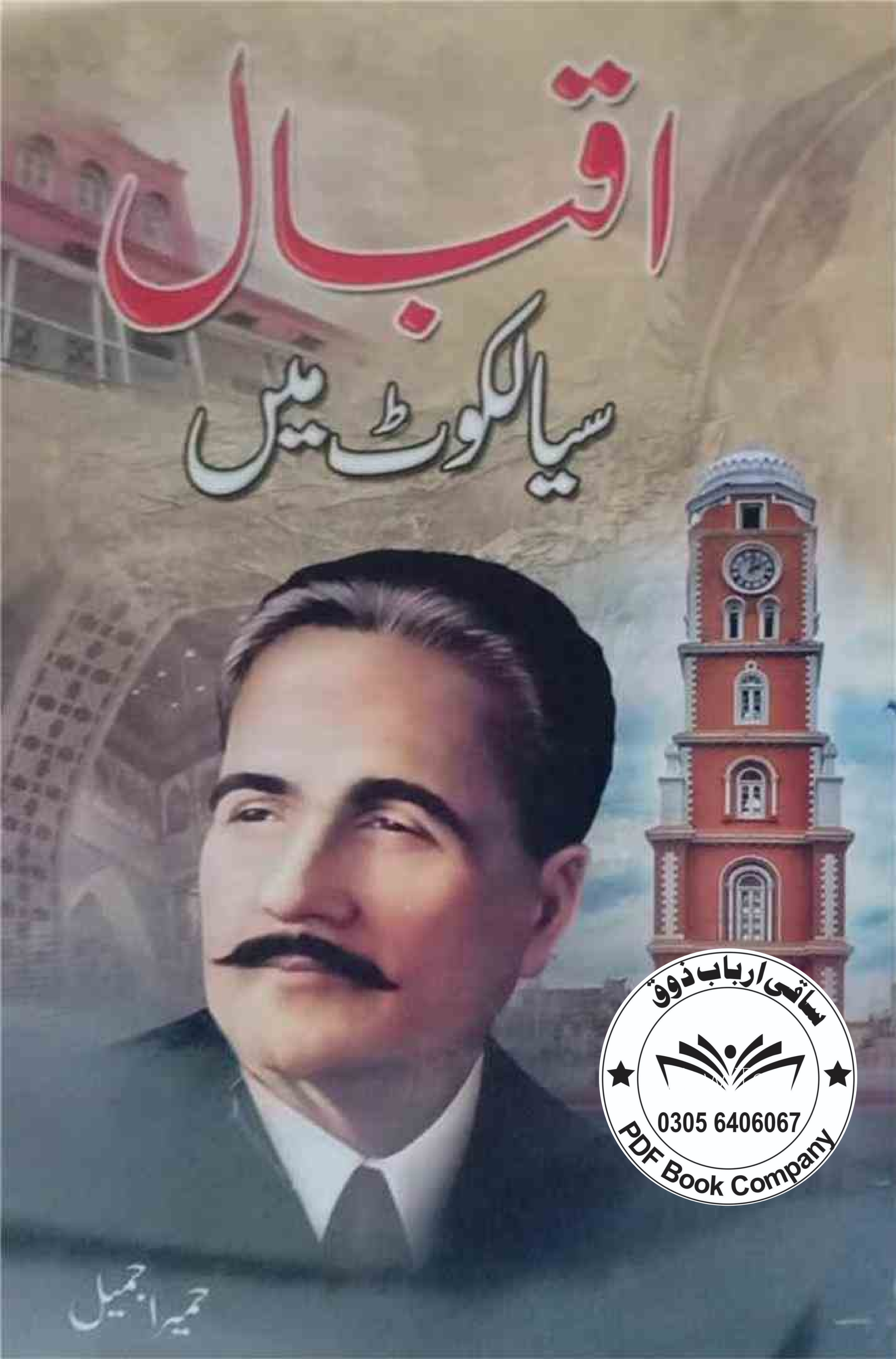
اقبال
سیالکوٹ میں
حمیرا جمیل
ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقبال سیالکوٹ میں

اقبال سیالکوٹ میں

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

حمیرا جمیل

DUA PUBLICATIONS

انتساب

اُس شہر

کے نام

جس کو

اقبال

کی ولادت نصیب ہوئی

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

فہرست

✧		پروفیسر ڈاکٹر منور ہاشمی	9
✧	سیالکوٹ۔ تو زندہ رہے گا	میاں ساجد علی	10
✧	گفتنی	حمیرا جمیل	13
۱۔	سیالکوٹ کا تاریخی و ادبی پس منظر		15
۲۔	علامہ اقبال کے قیام سیالکوٹ کا اجمالی جائزہ		31
۳۔	علامہ اقبال کے سیالکوٹ میں رابطے بذریعہ خطوط		43
۴۔	سیالکوٹ میں اقبال شناسی کی روایت		114
۵۔	سیالکوٹ میں اقبال شناس شخصیات		126

سیالکوٹ شہر اقبال ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی تمام شہروں سے اقبال کا کوئی تعلق نہیں۔ میں تو کہتا ہوں ہر شہر اقبال کا شہر ہے۔ وہ اسلامیان عالم کے شاعر اور مفکر ہیں۔ اس لیے جہاں ایک بھی مسلمان ہے وہ اقبال کا شہر ہے۔ اقبال کا یہ فرمان بلاوجہ نہیں "ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدائے ماست"

البتہ سیالکوٹ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ عرب و عجم کے امام فلسفہ کا مولد و مسکن بنا۔ یعنی وہ روشنی یہاں سے پھوٹی جو مکہ مکرمہ سے طلوع ہونے والے آفتاب رسالت کی ایک کرن تھی۔ اس شہر کے ساکنان محبت کی خوش بختی کا اندازہ کریں اور ان میں سے ان شخصیات کی خوش بختی دیکھیں جنہوں نے اس عظیم شخصیت کو رہے درمیان دیکھا اور ان سے فیض اٹھایا۔ ان میں سے بھی انہیں دیکھیں جو اس عظیم ہستی کی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہی میں سے ایک شخصیت حمیرا جمیل کی ہے۔ جو میرے خیال میں خواتین میں سب سے کم عمر اقبال شناس ہے۔ "اقبال سیالکوٹ میں" اس کی کتاب میں علامہ اقبال کے بچپن اور بچپن کے بعد سیالکوٹ سے ان کے تعلق کی تفصیلات پر محیط ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک بڑی سعادت ہے جو حمیرا جمیل کو حاصل ہوئی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم اسے مزید توفیقات سے نوازے۔

پروفیسر ڈاکٹر منوّر ہاشمی
ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز
نادرن یونیورسٹی نوشہرہ

سیالکوٹ۔تو زندہ رہے گا

علامہ اقبال کی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف پہلو ہمارے سامنے عیاں ہیں اور اِس ضمن میں اب تک اقبال شناسوں نے حیاتِ اقبال کے حوالے سے حوصلہ مند ادبی کام کیا ہے جس سے اُن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اگر علامہ اقبال کی ابتدائی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ذہن میں فوراً جس شہر کا نام آتا ہے وہ سیالکوٹ ہے۔ آپ کی پیدائش سے لے کر لڑکپن تک کی زندگی اسی شہر میں گزری۔ ایف۔اے تک تعلیم یہاں سے حاصل کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لیے جب لاہور کا رُخ کیا تو اُس وقت خود اقبال کو بھی یہ معلوم نہ ہوگا کہ وہ دوبارہ کبھی اِس شہر میں اب مستقل سکونت اختیار نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اِس کے باوجود آپ کا تعلّق اِس شہر سے کسی نہ کسی طرح آخری دم تک رہا۔ گاہے بہ گاہے آپ سیالکوٹ جایا کرتے اور خط وکتابت کے ذریعے آپ کا رابطہ اپنے خاندان کے افراد کے علاوہ وہاں کی دوسری شخصیات کے ساتھ قائم رہا۔ آپ کی وفات کے بعد سیالکوٹ میں آپ کے نام سے کئی ادارے قائم ہوئے اور سیالکوٹ میں ہونے والی ادبی سرگرمیوں کو ایک نئی جہت ملی۔ آپ کی جائے پیدائش کو ''اقبال منزل'' کا نام دیا گیا۔ سیالکوٹ سے تعلّق رکھنے والی کئی ادبی شخصیات نے فروغِ فکرِ اقبال کے لیے نہ صرف ملکی سطح پر کام کیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی اس ذمہ داری کو نبھایا۔ اس بارے میں سب سے بڑا نام پروفیسر ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی کا ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سیالکوٹ سے تعلّق رکھنے والی اقبال کی شخصیت سب سے توانا اور بلند مقام پر قائم ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ علامہ

اقبال کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ماہرین اقبالیات نے بہت کام کیا ہے لیکن سیالکوٹ میں اقبال کی زندگی یا پھر سیالکوٹ سے جڑی اقبال کی زندگی پر کام کسی ایک جگہ اب تک یکجا نہیں تھا۔ یہ کام ابھی باقی تھا جسے اقبال شناسوں میں سے کسی کو کرنا تھا اور اِس حوالے سے سب سے زیادہ ذمہ داری بھی سیالکوٹ کے باسیوں پر ہی عائد ہوتی تھی کہ اُن میں سے کوئی آگے بڑھے اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ مجھے خود سیالکوٹ میں کئی ادبی سرگرمیوں میں حصّہ لینے اور وہاں کے باسیوں سے ملاقات کے مواقع اکثر ملتے رہے ہیں۔ دورانِ گفتگو مجھے اکثر یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ لوگ علامہ اقبال کی سیالکوٹ کی زندگی کے بارے میں مزید جاننا چاہتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب اُس تشنگی کو ضرور دُور کرے گی۔ یہ کتاب اُس سلسلہ کا دوسرا حصّہ ہے جس کا آغاز حمیرا جمیل نے ''اقبال لاہور میں'' سے کیا تھا۔ محترمہ حمیرا جمیل نے اس ضمن میں بھی اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور اس موضوع پر ایک کتاب ''اقبال سیالکوٹ میں'' مرتب کر ڈالی۔ اس کتاب کے مسودہ کے لیے اکثر اوقات اُن سے رابطہ رہا جس سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اِس کام کو کرنے میں انتہائی دلچسپی لے رہی ہیں اور بالآخر یہ کام بھی اُن کے نام کے ساتھ جڑا۔ حمیرا جمیل نے کم عمری میں ہی اقبال شناسی میں اپنا ایک مقام بنایا ہے اور اِنہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ کلامِ اقبال (اُردو) کی شرح کرنی والی پہلی خاتون ہیں۔ علامہ اقبال کی سیالکوٹ سے جڑی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اُنہوں نے مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ عموماً یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ جب علامہ اقبال سیالکوٹ سے لاہور مزید تعلیم کے لیے تشریف لائے اور پھر جب وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ تشریف لے گئے تو سیالکوٹ سے اُن کا تعلق ختم ہو گیا۔ اِس کتاب ''اقبال سیالکوٹ میں'' کا مطالعہ اِس پہلو پر روشنی ڈالتا ہے کہ اقبال کے سیالکوٹ سے تعلقات کس حد تک قائم تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ اقبال کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ لاہور میں گزرا اور اِسی وجہ سے آپ کو ایران میں 'اقبال لاہوری' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اِس میں بھی کوئی شک نہیں ہے

کہ انسان جس جگہ یا شہر میں پیدا ہوئ چاہے بعد کی زندگی میں اُس کا تعلّق اُس جگہ یا شہر سے نہ رہے لیکن ایک قلبی تعلّق یا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک رُوحانی سا تعلّق ضرور اُس کی جائے پیدائش سے ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے بھی سیالکوٹ سے کسی نہ کسی طرح اپنا تعلّق آخر دم تک قائم رکھا۔ آپ کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے ہی سیالکوٹ کو 'شہرِ اقبال' کہا جاتا ہے۔ سیالکوٹ سے جڑی آپ کی زندگی کو ہی بنیاد بنا کر حمیرا جمیل نے یہ کتاب تیار کی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اُن کی اِس کاوش کو نہ صرف سیالکوٹ میں بلکہ اقبالیات کے پورے حلقہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

میاں ساجد علی

چیئرمین۔ علامہ اقبال سٹمپ سوسائٹی

گفتنی

''کامیابی'' وہ انسان جو اپنے شعبے کی بلند چوٹی پر پہنچا ہے۔اُس نے اپنے راستے میں آنے والے ہر پتھر کو چوم کر خراشیں قبول کیں۔کامیاب بننے کے لیے ناکامیوں اور پریشانیوں کی تمام سرحدیں پار کرنا پڑتی ہیں۔اس طرح میں ایک عمدہ انسان کو ایک عمدہ قلم سے تشبیہ دیتی ہوں۔کیونکہ بہتر لکھنے کے لیے بار بار تراشے جانے کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔۔میرا ماننا ہے کہ اپنی منزل کو پانے کے لیے انسان کو یقین جیسے مضبوط قلم کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑتی۔اس وقت جس موضوع پر میں نے لکھنے کی جسارت کی ہے اسے اقبال جیسی ہمہ گیر اور عالمی سطح کی شخصیت پر کوئی تحقیق یا تنقید سمجھنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مانند ہے۔بہر حال تحقیق کے بغیر تنقید اور علم و ادب کا ارتقائی سفر رُک جاتا ہے۔لہٰذا میں اپنے موضوع کے انتخاب کے مطابق علم کا سفر جاری رکھتی ہوں۔

علامہ اقبال مفکرِ اسلام، فلسفی، شاعر، ادیب، شاعر مشرق کا اعزاز رکھنے والے، تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔اقبال ماضی، حال اور مستقبل تینوں کا احساس اور گہرا ادراک رکھتے ہیں۔دنیا بھر میں تحقیق وتنقید کے حوالے سے، اقبال کے فکر وفن پر بہت کام ہوا۔گو کچھ موضوعات ابھی بھی تشنہ، اور نظر ثانی کے منتظر ہیں۔اقبال پر کام کرنے کے لیے بہت سے ادارے اور جامعات میں شعبہ جات قائم ہو چکے ہیں جہاں پر اقبال پر تحقیقی وتنقیدی نوعیت کا کام جاری ہے۔موضوعات کے اعتبار سے اقبال کی شخصیت وفن ہمہ گیر ہے۔پیشِ نظر کتاب میں سیالکوٹ کا تاریخی و ادبی پس منظر، علامہ اقبال کے قیام سیالکوٹ کا اجمالی

جائزہ، علامہ اقبال کے سیالکوٹ میں رابطے بذریعہ خطوط اور سیالکوٹ میں اقبال شناسی کی روایت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب صرف میری کوششوں کا نتیجہ نہیں اس میں ماہر اقبالیات ڈاکٹر منور ہاشمی نے کتاب کی ترتیب وتدوین اور دیگر مراحل میں جس طرح تعاون کیا قابل ستائش اور حیات افزا ہے۔ اقبال اکادمی، لاہور میں موجود ارشد صاحب اور ادارے میں کام کرنے والی تمام انتظامیہ کی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ اقبال سٹمپ سوسائٹی، لاہور کے سرپرست میاں ساجد علی نے اپنی مصروفیات سے مجھے بیش بہا وقت دیا اور میری راہنمائی کے ساتھ ساتھ مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ ''کلیات مکاتیب اقبال، سید مظفر حسین برنی اور قابل احترام استاد مس فرح دیبا کے ایم ایس۔ اُردو کے مقالے ''سیالکوٹ میں اقبال شناسی کی روایت'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ دعا پبلی کیشنز، لاہو کے سربراہ زاہد شیخ صاحب کی بھی احسان مند ہوں کہ انہوں نے مقدور بھر تعاون کیا۔ آخر میں اپنے محترم والدین خصوصاً والد محترم کا شکریہ تو شاید میں کسی طور بھی ادا نہ کر سکوں کیونکہ ان کی دعاؤں، محبتوں اور شفقتوں کے سامنے الفاظ عاجز اور ہیچ ہیں۔ میری یہ کتاب ایک کاوش ہے اور اس طرح کی کاوشوں میں کوئی بات حتمی نہیں ہوتی۔ میں نے اپنی حد تک اس کو بہتر سے بہتر صورت میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

حمیرا جمیل

پی ایچ ڈی سکالر

۱۲فروری ۲۰۲۲ء

سیالکوٹ کا تاریخی وادبی پس منظر

جموں کے پہاڑوں کے دامن میں زمرد کی طرح چمکتی ہوئی ،نشاط انگیز اور نیلگوں فضاؤں میں رچی ہوئی تاریخی بستی ہے۔جو کسی دور میں خوشبوؤں اور برفیلی ہواؤں کی بستی کے نام سے مشہور تھی۔اس کی فضائیں سرمئی بادلوں،کوئل کے نغموں اور آکاش کے خمار آلود موتیائی جھونکوں سے معمور رہتی تھیں۔امرت گھولتی نالہ ایک کی نقرئی موجیں مہکتے سبزہ زاروں کو کف گل میں شبنم کی طرح چمکا اور مہکا دیتی تھیں۔جمالیات میں بسا ہوا یہ روحانی ماحول بڑے بڑے درویشوں اور عارفوں کو دھیان سے گیان کی منزل تک لے آتا۔یہی وجہ ہے کہ سیالکوٹ کو مہاتماؤں اور عارفوں کی سرزمین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سیالکوٹ ،پاکستان کے صوبہ پنجاب کا ایک اہم شہر ہے جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔جس کی بنیاد چار ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہوا راجہ سل نے رکھی تھی۔اس قدیم بستی کا نام ''سلکوت'' رکھا گیا جو بعدازاں بنتے بگڑتے سیالکوٹ کے نام سے مشہور ہوا۔بوسیدہ کھنڈر،سلاطین کے مقبرے،مسمار قلعے،قدیم گلیاں،نوآبادیاتی دور کے چرچ ،چپے چپے پر پرانے ادوار کے نقش و نگار اس کی گذشتہ بڑائی کے افسانے دہراتے ہیں۔۳۰ لاکھ آبادی والا یہ شہر لاہور سے ۱۲۵ کلومیٹر دور ہے۔جبکہ مقبوضہ جموں سے صرف چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ضلع سیالکوٹ چار تحصیلوں پر مشتمل ہے۔تحصیل سیالکوٹ تحصیل ڈسکہ،تحصیل پسرور اور تحصیل سمبڑیال۔

اس علاقے کی تاریخ ہزاروں سالوں پر محیط ہے۔نہ صرف ہندو اور مسلمان بلکہ

سکھوں، فارسیوں، افغانیوں، ترکوں اور مغلوں نے بھی اس زرخیز علاقے کی طرف ہجرت کی ہے۔ سیالکوٹ کی قدیم و زرخیز تاریخ کو ۴ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور قدیم شہر ''ساگالہ'' کا ہے۔ آس پاس کے علاقے کی کھدائی سے یہاں قدیم یونانی تہذیب کے آثار ملے ہیں جن میں یونانی سکے اور اسٹوپے شامل ہیں۔

قدیم یونانی کتابوں میں اس شہر کا ذکر ''ساگالہ'' کے نام سے ملتا ہے جو انڈو۔ یونانی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ ضلع کی مختلف جگہوں پر کھدائیوں سے اس دور کے قدیم یونانی نقشے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ہندو راجا سل کا دور آیا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی ۔راجا سالباہن جو گجر تھا اس نے اسے کشمیر کا حصّہ بنا کر یہاں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور اسے اس شہر کے نام پر ''سیالکوٹ قلعہ'' کا نام دیا۔ اس راجا کی دو بیویاں تھیں اچھراں اور لونا۔ دو بیٹے تھے پورن اور رسالو۔ دوسرا دور ''مسلم سلطنت'' کا دور ہے جو شہاب الدین محمد غوری کی حکومت کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ غور لاہور تو فتح نہ کرسکا لیکن اس نے سیالکوٹ کو اہمیّت دیتے ہوئے یہاں ایک گیریژن کی بنیاد رکھی۔

۱۵۲۰ء میں عثمان غنی کی قیادت میں مغل افواج شہر میں داخل ہوئیں۔ اکبر کے دور میں موجودہ ضلع سیالکوٹ، ''رچنابار سرکار'' کے نام سے صوبہ لاہور کا حصّہ تھا۔ پھر شاہ جہاں کے دور میں علی مردان خان یہاں کا حکمران رہا۔ ۱۸ویں صدی میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد سکھ مہاراجا رنجیت سنگھ نے ۴۰ سال تک اس علاقہ پہ اپنا قبضہ برقرار رکھا۔

۱۸۴۹ء کی جنگ سے سیالکوٹ کی تاریخ کے تیسرے دور (نوآبادیاتی دور) کا آغاز ہوتا ہے جب انگریزوں نے رنجیت سنگھ کو ہرا کر سیالکوٹ سمیت پورے پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سیالکوٹ میں تعینات رجمنٹ نے بغاوت کردی اور مقامی افراد نے بھی انگریز سرکار کے خلاف ہتھیار اُٹھا لیے۔ بہت سے لوگوں نے سیالکوٹ کے قلعے میں پناہ ہ لی اور اپنی جان بچائی تاہم انگریز سرکار نے اس بغاوت کو کچل

دیا۔ سیالکوٹ شہر کی بھرپور ترقی بھی اسی نو آبادیاتی دور میں ہوئی ۔۱۸۸۹ء میں ''مرے کالج'' کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۹۸۰ء میں وزیر آباد۔ سیالکوٹ ریلوے ٹریک کو جموں تک توسیع دی گئی جبکہ ''سیالکوٹ تا نارووال'' ریلوے لائن ۱۹۱۵ء میں کھول دی گئی۔ اسی دور میں سیالکوٹ دھاتی اشیاء کے حوالے سے اُبھر کر آیا۔

سیالکوٹ کی ''سرجیکل صنعت'' کی بھی الگ کہانی ہے۔ انگریز دور میں یہاں کے ''مشن اسپتال'' کے تمام تر آپریشنوں کے لیے اوزار شہر میں مرمت کیے جاتے تھے اور آہستہ آہستہ ان کو بنانے کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۰ء تک سیالکوٹ کے آلات جراحی پورے برصغیر میں استعمال ہونے لگے۔ دوسری جنگ عظیم کی بدولت یہ صنعت اپنے عروج پر پہنچ گئی جب تاج برطانیہ نے اپنی سرجیکل اوزاروں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے یہاں نت نئی تکنیکیں متعارف کروائیں۔ جنگ عظیم دوم کے بعد، سیالکوٹ امرتسر کے بعد پنجاب کا دوسرا بڑا صنعتی شہر قرار پایا۔ شہر کی بھرپور ترقی کو دیکھتے ہوئے ریاست کشمیر کے لاتعداد لوگ بھی ضلع سیالکوٹ میں آن بسے۔ بڑی تعداد میں بسنے والی عوام کے ٹیکسوں سے شہر کا ڈھانچہ کھڑا کیا گیا۔ یہاں تک کہ سیالکوٹ کا شمار برصغیر کے ان چند شہروں میں ہونے لگا کہ جن کا اپنا ذاتی بجلی فراہم کرنے کا ادارہ تھا۔

آزادی کی تحریک شروع ہونے کے کافی عرصے بعد بھی سیالکوٹ پرامن رہا جبکہ اس کے قرب و جوار میں لاہور، امرتسر اور لُدھیانہ فسادات میں جلتے رہے۔ تحریک پاکستان میں اس شہر کا اہم کردار تھا۔ پاکستان کا نظریہ پیش کرنے والے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اسی دھرتی کے سپوت تھے، جبکہ ۱۹۹۴ء کا تاریخی ''سیالکوٹ کنونشن'' بھی یہاں منعقد ہوا جس میں قائداعظم سمیت مسلم لیگ کے بڑے بڑے راہنماؤں نے شرکت کی اور آخر کار ۱۹۴۷ء میں تقسیم پاکستان کے وقت اسے پاکستان میں شامل کر دیا گیا۔

سیالکوٹ کا چوتھا اور آخری دور اس کی موجودہ تاریخ ہے۔ تقسیم کے بعد بہت سے

مسلمان مہاجرین یہاں آ بسے۔آزادی کے بعد سیالکوٹ میں بہت کم صنعتیں رہ گئی تھیں۔سیالکوٹ کی صنعت کو یہاں ہجرت کر کے آنے والوں نے نئے جوش و جذبے کے ساتھ دوبارہ پروان چڑھایا اور حکومت پاکستان نے بھی ان کی بھرپور مدد کی۔۱۹۶۰ء کے دوران ضلع بھر میں سڑکوں کا جال بچھایا گیا اور سیالکوٹ کو جی ٹی روڈ سے ملا دیا گیا۔۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھارت نے جموں کی طرف سیالکوٹ پر حملہ کر دیا۔پاک فوج نے کامیابی سے شہر کا دفاع کیا۔غیور شہری بھارتی ٹینکوں کے سامنے بم باندھ کر لیٹ گئے اور چونڈہ کے محاذ کو بھارتی ٹینکوں کا قبرستان بنا دیا۔یہ وہ محاذ ہے جہاں جنگ عظیم دوم کے بعد دنیا کی دوسری بڑی ٹینکوں کی لڑائی لڑی گئی۔اہل سیالکوٹ کی بہادری کو سراہتے ہوئے حکومت پاکستان نے ۱۹۶۶ء میں سیالکوٹ کے باسیوں کو ''ہلال استقلال'' سے نوازا۔۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی سیالکوٹ کا بھرپور دفاع کیا گیا یہاں تک کہ بھارتی علاقے ''چھمب سیکٹر'' پر پاک فوج کا قبضہ ہو گیا۔

سیالکوٹ کی قدامت تاریخی آثار سے ثابت ہے۔ہندوؤں کی مذہبی کتب مہابھارت ،بدھ مت کی کتابوں میں راجہ منسن دُر ملندا، کی حاکمیت روایت کی گئی ہے۔سیالکوٹ پنجاب کا تیسرا بڑا صنعتی شہر ہے۔جس کی مشہور صنعتوں میں کھیلوں کا سامان بنانے ،آلات جراحی ،چمڑے کی مصنوعات ،کیمیکل بنانے ،آٹا پیسنے کے دستانے بنانے اور موسیقی کے آلات بنانے اور چاول چھڑنے کے کارخانے شامل ہیں۔پاکستان کے امیر ترین شہروں میں سے ایک سیالکوٹ کی سب سے بڑی صنعت کھیلوں کا سامان بنانے کی صنعت ہے۔۱۰۰ سال سے بھی زیادہ یہ پرانی صنعت شروع میں کرکٹ ،ہاکی اور پولو کا سامان بناتی تھی ۔۱۹۱۸ میں فٹ بال بھی ان میں شامل ہو گئی۔آج کھیلوں کی دنیا کی تمام مشہور کمپنیاں اس شہر سے پوری دنیا میں سامان برآمد کر رہی ہیں۔اقبال کے شاہینوں کی محنت اور لگن سے پاکستان کے نقشے پر ایک اور ائیر پورٹ ''سیالکوٹ ائیر پورٹ'' کہ نام سے اُبھر کے سامنے

آیا۔ یہ پاکستان کا واحد ''نجی انٹرنیشنل ائیر پورٹ'' ہے جہاں سے اندرونی پروازوں کے علاوہ خلیجی ممالک کو بھی پروازیں جاتی ہیں۔اب ذکر ضروری ہے شہر اقبال کی تاریخی و سیاحتی جگہوں کا۔اقبال منزل: اقبال کے دیس کی سب سے بڑی پہچان خود شاعر مشرق علامہ محمد اقبال ہیں۔سیالکوٹ کے پرانے حصے میں واقع ان کے گھر ''اقبال منزل'' کو دور دور سے لوگ دیکھنے آتے ہیں۔یہ گھر علامہ اقبال کی جائے پیدائش ضرور ہے مگر یہ مکان اُن کے بھائی شیخ عطا محمد کے حصے میں آیا تھا جبکہ سیالکوٹ میں ہی علامہ اقبال کے والد کا ایک اور مکان تھا جو علامہ کے حصے میں آیا تھا۔۱۹۷۱ میں حکومت نے پاکستان کے قومی شاعر کی جائے پیدائش کو قومی یادگار قرار دے کر یہ مکان شیخ عطا محمد کی اولاد سے خریدا تھا مگر نو مرلے کے اس تین منزلہ مکان کی حالت بہت بوسیدہ تھی۔اب اس عمارت کو حکومت پاکستان نے قومی ورثہ قرار دے دیا ہے اور نئے سرے سے اس کی تزئین و آرائش کروا کر اس کے کچھ حصوں کو سیاحوں کے لیے کھول دیا ہے۔شوالہ تیجا سنگھ مندر: مہاراجا رنجیت سنگھ نے ہندوستان اور سرزمین پنجاب پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، چاہے وہ تاریخ ہو، ثقافت ہو، فن تعمیر ہو یا رسم و رواج۔

رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں پنجاب کے طول و عرض میں کئی مندر اور عبادت گاہیں بنائی گئیں۔سیالکوٹ شہر کا شوالہ تیجا سنگھ مندر بھی انہی میں سے ایک ہے جو تیجا سنگھ نامی ہندو نے بنوایا تھا۔یہ آج بھی سیالکوٹ کی بلند ترین عمارات میں سے ایک ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جس کو انگریز غدر کا نام دیتے تھے، سیالکوٹ میں ہوئی بغاوت میں انگریزوں نے اس شوالے میں پناہ لی۔ بہت سے انگریز اس دوران مارے گئے ،لاہور سے آنے والی انگریز فوج نے ان کو یہاں سے نکالا۔

شہر کے پرانے حصّے میں اقبال منزل سے کچھ آگے جائیں تو ایک راستہ اوپر کی طرف اس مندر کی طرف لے جاتا ہے۔شوالا ہندو دیوتا شیو کے مندر کو کہا جاتا ہے جہاں خاص طور

پر شیو کی پوجا کی جاتی ہے۔ ساتھ میں شیو کی بیوی پاربتی کی بھی پوجا ہوتی ہے اور شیو کے بیل نندی کی مورتی یا تصویر بھی موجود ہوتی ہے۔ مقامی افراد کے مطابق ۲۰۰ سال قدیم اور ''تاریخ سیالکوٹ'' کے مصنف راشد نیاز مرحوم کے مطابق ایک ہزار سال قدیم یہ مندر تقریباً سو فٹ کی اونچائی پر واقع ہے۔

۱۹۹۲ء کے بابری مسجد فسادات کے جواب میں ایک مشتعل گروہ نے اسے نقصان پہنچایا۔ اس دن کے بعد سے مقامی ہندوؤں نے یہاں عبادت کرنا بند کر دیا۔ سیالکوٹ کی میونسپل کمیٹی نے یہاں ایک پارک بنا دیا ہے۔ ہماری قومی بے حسی کے عین مطابق تاریخ کے اس یادگار دور کو ہم نے اس عمارت کی طرح فراموش کر دیا تھا لیکن حکومت وقت نے حال ہی میں اس کی مرمت اور تزئین و آرائش کروا کر اسے عوام کے لیے کھول دیا ہے۔ گھنٹہ گھر سیالکوٹ: سیالکوٹ کا گھنٹہ گھر، کینٹ میں صدر بازار کے بیچوں بیچ واقع ہے جسے اقبال اسکوائر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا سنگ بنیاد شیخ غلام قادر اور سیٹھ رائے بہادر نے رکھا تھا۔ ایک صدی سے بھی قدیم اس گھنٹہ گھر نے تاریخ کے کئی عروج و زوال دیکھ رکھے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی کئی بار مرمت کی گئی ہے لیکن بنیادی ڈھانچہ وہی ہے۔ پانچ منزلہ اس ٹاور کی اوپری منزل پر بڑی سائز کی گھڑیاں لگی ہیں جو رومن ہندسوں میں وقت بتاتی ہیں۔ سیالکوٹ کیتھڈرل: ۱۸۵۲ء میں بنایا گیا ہولی ٹرینٹی چرچ سیالکوٹ کینٹ میں واقع ایک قدیم اور خوبصورت چرچ ہے۔ جس کی سفید اور لال، گوتھک طرز تعمیر کی حامل عمارت واقعی ایک شاہکار ہے۔ اس کے خوب صورت مینار کو آپ دور ہی سے دیکھ سکتے ہیں، جبکہ اس کی محرابیں اور لمبی کھڑکیاں اس کی دلکشی میں اور اضافہ کرتی ہیں۔ یہاں لگی ایک تختی کے مطابق اسے بنگال انجینئرز کے ہارٹلے میکسویل نے ڈیزائن اور تعمیر کیا تھا جبکہ ۱ مارچ ۱۸۵۲ء کو اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ ۳۰ جنوری ۱۸۵۷ء کو اسے کلکتہ کے بشپ ڈینیئل ولسن کی طرف سے مقدس ترین قرار دے کر مذہبی قاموں کے لیے وقف کر دیا گیا

تھا۔ ہیڈ مرالہ: دریائے چناب کے پاکستان میں قدم رکھتے ہی جو پہلا بند اس کے سینے پر باندھا گیا ہے، وہ ہیڈ مرالہ ہے۔ اس بیراج کو ۱۹۶۸ء میں دریائے چناب کا پانی کنٹرول کرنے کے لیے بنایا گیا تھا جو اب ایک بہت بڑا تفریحی مقام بن چکا ہے۔ مرالہ ہیڈ ورکس تقریباً ۔ میگا واٹ بجلی پیدا کرتا ہے۔ قلعہ سیالکوٹ: سیالکوٹ قلعہ پاکستان کے قدیم ترین اور تاریخی قلعوں میں سے ایک ہے۔ یہ قلعہ دوسری صدی میں ہندو بادشاہ راجا سلوان نے تعمیر کروایا۔ اس قلعہ کو دس ہزار مزدوروں نے دو سال میں تعمیر کیا۔ اس کی تعمیر لکڑی کے پٹھوں، کنکریوں اور اینٹوں سے کی گئی اور یہ سارا سامان بھارت کے شہر پٹھان کوٹ سے منگوایا گیا تھا۔ علامہ اقبال لائبریری سیالکوٹ: کتب خانہ اقبال (اقبال لائبریری) ایک تاریخی ادارہ ہے۔ تقریباً ۱۲۰ سال قبل ۱۸۹۴ء میں بمقام قلعہ سیالکوٹ معرض وجود میں آئی ۔ زیر اہتمام میونسپل کمپنی منٹگمری کے نام سے ۱۹۶۰ء تک چلتی رہی ۔ ۱۹۶۱ء میں یہ لائبریری اقبال لائبریری کے نام سے موجودہ جگہ پیرس روڈ منتقل ہوئی۔ جولائی ۲۰۰۲ء میں یہ لائبریری ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے زیر اہتمام ڈسٹرکٹ ایجوکیشن اتھارٹی کی سرپرستی میں دی گئی۔ ابھی تک یہ لائبریری محکمہ تعلیم کے زیر سایہ کام کر رہی ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲۶۵۲ امربع فٹ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ سیالکوٹ میں جگن ناتھ مندر، مرے کالج، پورن بھگت ،امام الحق، سینٹ جیمس کیتھڈرل اور سیالکوٹ کینٹ مشہور و معروف جگہیں ہیں۔

سیالکوٹ نے شاعر مشرق، مفکر پاکستان اور عظیم فلسفہ داں، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال۔ مسلم اسکالر و مشہور لیڈر، مولانا عبید اللہ سندھی ۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ، سر ظفر اللہ خان۔ عظیم انقلابی شاعر، فیض احمد فیض ۔گلزاری لال نندا ، بھارتی وزیر اعظم و سیاست داں۔ پہلے پاکستانی ایئر چیف، ظفر چوہدری۔ بھارتی جرنلسٹ، کلدیپ نائر۔ اردو شاعر اور مصنف، امجد اسلام امجد۔ متحدہ پنجاب کے راہنما، سر فضل حسین ۔ مشہور ادیب راجندر سنگھ بیدی۔ پاکستانی فلم انڈسٹری کے چاکلیٹی ہیرو، وحید مراد۔ مشہور مصنفہ، ڈراما نگار اور ناول

نگار،عمیرہ احمد۔ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے اہم کھلاڑی ،شعیب ملک ۔ بھارتی ادکارر، راجندر کمار۔ برصغیر کے نامور غزل گائیک، محمد علی ۔ صحافی و کالم نگار، حامد میر۔ صوفی رائٹر، بابا محمد یحیٰی خان ۔ شمس العلماء مولوی سید میر حسن شیرازی ۔ آفتاب اقبال ،فرزند اقبال۔ کتاب تاریخ سیالکوٹ، اشفاق نیاز۔ مختار مسعود صاحب آواز دوست ۔ کلام اقبال اردو پہلی خاتون شارح ،حمیرا جمیل ۔ سابق قائم مقام صدر پاکستان ،خواجہ محمد صفدر۔ چاچا کرکٹ، چوہدری عبدالجید۔ سابق اسپیکر قومی اسمبلی، چوہدری امیر حسین۔ سیاست داں و موجودہ سیکرٹری برائے اطلاعات ونشریات ،فردوس عاشق اعوان، سابق پاکستانی وزیر خارجہ، خواجہ محمد آصف جیسے بڑے بڑے سیاست داں، شاعر، فلسفی ،لیڈر ،ناول نگار، قلم کار، ادکار و موسیقار، کھلاڑی، صحافی، مصنف اور بزنس مین پیدا کیے ہیں جن پہ بلا شبہ پورے ملک کو فخر ہے۔

صحافت ایک مقدس فن اور بنی نوع انسان کی خدمت کرنے کا سب سے اعلیٰ اور باوقار پیشہ ہے۔ تہذیب وثقافت کا ارتقاء اور قوموں کی نشوونما اس فن سے وابستہ ہے۔ اہل سیالکوٹ نے جہاں دیگر علوم کی پرورش اور قدردانی کی وہاں صحافت کو بھی بام ثریا کا مقام ارفع بخشا۔ سب سے پہلا اخبار جو اس سرزمین سے شائع کیا گیا وہ ''نیر اعظم'' تھا۔ جو ۲۲ دسمبر ۱۸۵۱ء کو مفتی محمد بخش صاحب کی ادارت میں چھپا۔ سیالکوٹ کی سرزمین سے چھپنے والے جرائد زیر خدمت ہیں۔

معلم العلماء: یہ ماہوار رسالہ ۱۸۵۶ء میں سیالکوٹ سے شائع ہوا۔ کچھ سال تک صحافت کی رونق رہ کر بند ہو گیا۔ علم و ادب: یہ بچوں کا ایک کامیاب اور متواتر شائع ہونے والا مجلّہ تھا۔ جو جناب اقبال ملک صاحب اور جناب اسلم ملک صاحب کی زیر ادارت شائع ہوا تھا۔ نظام تعلیم: یہ ماہوار مجلّہ جون ۱۹۴۹ء میں جناب رشید قریشی صاحب کی زیر ادارت چھپا۔ کلیسا: یہ مجلّہ مسیحیت کی تبلیغ کے لحاظ سے جناب عزیز ہمدم صاحب کی ادارت میں مئی ۱۹۵۶ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ گمنام: یہ ادبی مجلّہ ۱۹۵۷ء میں محترمہ آنسہ ہانسوی، جناب

وزیر حسن زبیری اور جناب شکیل آذر کی زیر ادارت چھپا۔مخزن صحت: جناب حکیم اکبر علی صاحب زیدی کی زیر ادارت ۱۹۵۲ء فن طب کے موضوع کے پر شائع ہونے والا کامیاب مجلّہ تھا۔تربیت: بچوں کی ذہنی پرورش اور اصلاح کے لیے پاکستان ماڈرن ہائی اسکول سے چھپتا رہا۔الفقر: اس پرچہ کا آغاز جناب محمد سرور قریشی صاحب کی ادارت میں ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ماہ طیبہ: اس مجلّے کے مدیر حضرت مولانا محمد شریف محدث کے نور نظر مولانا ابوالنور مولانا محمد بشیر تھے۔یہ ماہنامہ مذہبی تھا۔جس میں عشق رسول ﷺ کے حوالے سے مضامین موجود ہوتے۔درِ نجف: ماہوار مذہبی مجلّہ مدیر حضرت سید عنایت علی شاہ کی زیر ادارت چھپتا رہا۔شیعہ فرقہ کی ترجمانی کرتا رہا اور اب یہ مجلّہ حضرت سید عنایت علی شاہ کے بیٹے چلا رہے ہیں۔ید بیضا: یہ ادبی مجلّہ ادب میں اپنا نمایاں مقام رکھتا ہے۔اس کا آغاز ۱۹۹۲ء میں ہوا اور اب تک یہ چھپ رہا ہے۔اس کے ایڈیٹر مشہور شاعر تاب اسلم ہیں۔ساحرہ: ادبی دنیا میں یہ رسالہ بہت اہمیت رکھتا تھا۔اس کے مدیر عاصی گمنام پوری تھے۔ان کی موت کے ساتھ یہ رسالہ بھی بند ہو گیا۔ایوارڈ: یہ ایک ماہوار فلمی جریدہ ہے اور نوجوان نسل کا ترجمان ہے۔اس کے چیف ایڈیٹر جاوید احمد ضیائی ہیں۔نوجوان نسل میں یہ مقبول جریدہ ابھی بھی شائع ہو رہا ہے۔کراٹے: یہ ماہوار رسالہ کراٹے سے متعلقہ نوجوانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔اس کا آغاز ۱۹۹۰ء میں ہوا۔وائس آف برادر ہڈ: علمی، ادبی، سماجی قدروں کا ترجمان، مجلّے کی ابتداء ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔چیف ایڈیٹر عرفان اللہ وڑائچ ہیں۔بہادر: چیف ایڈیٹر قاضی عامر اقبال نے اس رسالے کو چلایا لیکن چند ایک شمارے نکلنے کے یہ بند ہو گیا۔یہ ماہوار رسالہ بھی ۱۹۹۱ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔علم و قلم: ارشد سلیم قادری کی بدولت یہ ماہنامہ شائع ہوتا ہے اور اب تک یہ ماہنامہ کامیابی سے نکل رہا ہے۔کرسچن لیڈر: یہ رسالہ کرسچن برادری کا ترجمان ہے۔اس مجلّے کے مدیر جاوید گل ہیں۔کیھان: یہ ماہنامہ رسالہ ہر طرح کی علمی، ادبی، سماجی سرگرمیوں سے مزین ہوتا ہے۔اس کے مدیر جاوید گل ہیں۔کاروائی: جناب

مقصود حنیف انصاری ماہوار اخبار کو بڑی محنت سے چلا رہے ہیں۔ یہ اخبار کامیابی کی طرف رواں دواں ہے۔ شبنم: یہ ماہنامہ ۱۹۷۹ء تک منظر عام پر آتا رہا ہے۔ ادبی میگزین ''شبنم'' ۱۹۷۲ء میں جناب وارث رضا کی زیر ادارت شائع ہونا شروع ہوا۔ مشہور صحافی رخسانہ آرزو اس کی مجلس ادارت میں شامل تھیں۔ شہر نامہ: یہ پرچہ میئر میونسپل کارپوریشن جناب ڈاکٹر محمد اشرف آرائیں کے تعاون سے شائع ہوتا تھا۔ میونسپل کارپوریشن سیالکوٹ کی سرگرمیوں کی نمائندگی کرنے والا ماہنامہ ''شہر نامہ'' ۱۹۷۳ء میں چھپنا شروع ہوا۔ پانچ سال تک تک جناب ریاست علی چوہدری کی کوششوں سے آسمان صحافت پر درخشندہ ستارے کی طرح چمکتا رہا۔ پیام اقبال: یہ پرچہ انجمن کا سلامیہ سیالکوٹ کے جنرل سیکرٹری خواجہ محمد جمیل کی نگرانی میں چھپتا تھا۔ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کے زیر اہتمام چھپنے والے اس مجلّے کی قیمت ۲۵ پیسے تھی۔ اس ماہنامے میں اقبالیات پر شائع ہونے والے مضامین کی فہرست میں ''اقبال کا فلسفہ کائنات (مضمون)''، خالد نظیر صوفی، جون ۱۹۶۹ء ص ۴۔ ''جاوید کے نام (نظم) (سالنامہ)''، علامہ محمد اقبال، فروری و مارچ ۱۹۹۸ء ص ۳۔ ''شاعر مشرق کا (اداریہ) (سالنامہ) پیامبر''، ایم یوسف قمر، فروری و مارچ ۱۹۶۸ء ص ۲۱۔ ''اقبال کے نغموں سے گونجے کا زمانہ پھر (نظم)''، ایم یوسف قمر، ص ۲۱۔ ''اقبال (مضمون)''، خلیق قریشی، ص ۲۳۔ ''زندہ اقبال (مضمون)''، جسٹس کیانی، ص ۲۵۔ ''اقبال اور اخوت انسانی (مضمون) (سالنامہ)''، شوکت علی، فروری مارچ ۱۹۶۵ء ص ۶۵۔ ''مفکر پاکستان علامہ سر محمد اقبال''، فیروز بٹ، ص ۴۵۔ ''اقبال کا پاکستان (نظم)''، صوفی عبد العزیز خالد، ص ۸۹۔ ''علامہ اقبال اور تخیل''، خالد نظیر صوفی، ص ۱۱۳ شامل ہیں۔ نیاز، سیالکوٹ: سیالکوٹ میں شائع ہونے والے اخبارات و جرائد میں پہلا ایوارڈ تھا۔ جو کسی پرچے کو ملا تھا۔ اس کے مدیر اشفاق نیاز ہیں۔ اس میگزین نے ۱۹۹۶ء میں بہترین کارکردگی پر سعودی عرب سے انٹرنیشنل ایوارڈ بھی حاصل کیا۔ یہ مجلّہ کامیابی سے نکل

رہا ہے۔کرائیڈن انٹرنیشنل ،سیالکوٹ:اس ماہنامے کے چیف ایڈیٹر رحمان امجد مراد ہیں۔ یہ ماہنامہ سیالکوٹ سے ۱۹۹۶ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔لیکن بعض وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ نہیں چھپ سکا۔مگراب دوبارہ اس کی اشاعت شروع ہوچکی ہے۔مرے کالج میگزین: مرے کالج میگزین کی بنیاد پروفیسر ماچین نے رکھی ۔ پہلا شمارہ نمبر ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا یہ شمارہ صرف ۱۲صفحات پر مشتمل تھا۔۱۱صفحے انگریزی حصےّاور صرف ایک صفحہ اردو کا تھا۔۱۹۷۷ء میں عمران مدیر پروفیسر محمد امین طارق نے اقبال صدی کے حوالے سے ''مرے کالج میگزین'' کا نام ''مفکر'' تبدیل کردیا۔۱۹۱۵ء سے لے کر موجودہ دور تک مفکر نے بے شمار سالانہ نمبر جاری کیے جن میں سے بہت سے نمبر اقبال نمبر تھے۔مرے کالج میگزین کے مصنفین نے اقبال پر متعدد مضامین تحریر کر کے اقبال شناسی کا ثبوت دیا ہے۔اقبال مرحوم مرے کالج کے سپوت تھے۔جہاں اس منبع علم وفضل سے فیض یابی کا اعتراف علامہ مرحوم کر سکتے تھے وہاں ہم اہل کالج ان کی ذات پر فخر کیا کرتے تھے اور سرزمین سیالکوٹ اقبال مغفور کے وجود پر نازاں تھی۔مرے کالج نے اپنے سپوت کوخراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اقبال نمبر میگزین نکالے۔مرے کالج میں اقبال کوحضرت شمس العلما مولوی میر حسن جیسے استاد سے فیض یابی کا موقعہ ملا۔۱۹۴۹ء کے اقبال نمبر میں سی ضیاء کے مضامین ''اقبال میری اور آپ کی نظر میں'' ایڈی اطہر کا ''اقبال کا تصورمومن'' اکرام قریشی ''اقبال اور چنگورباب'' وغیرہ مضامین شائع ہوئے ان مضامین کے علاوہ اور بھی بہت سے مضامین شائع ہوئے جو اقبال کے فکروفن پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۹۷۵ء کے اقبال نمبر میں اکرام الحق قریشی کا ''ڈاکٹر اقبال کا پیغام خودی'' اور آ سی ضیائی کا ''افکار اقبال میں ردعمل کا حصّہ'' نہایت عمدہ مضامین ہیں۔پروفیسر محمد سرور کی نظم قابل ذکر ہے عنوان ہے ''ایک جہاں تازہ ہے اقبال کے اشعار میں'' ۱۹۷۷ء کے اقبال نمبر میں خالد نظیر صوفی کا ''اقبال چند یادیں چند تاثرات'' خالد جاوید کا ''پیام اقبال'' حکیم احمد

شجاع کا ''اقبال کا نظریہ خودی کا صحیح مفہوم'' جیسے مضامین شائع ہوئے۔۱۹۳۸ء کے بعد تقریباً ہر میگزین میں اقبال پر کوئی نہ کوئی مضمون شامل ہوا جیسے ''اقبال اور خودی'' ۱۹۸۶ء میں ''اقبال کا انسان کامل'' ۱۹۸۶ء میں ''علامہ اقبال کی مختصر سوانح'' ۱۹۳۸ء میں ''اقبال کی مثالی دنیا'' ۱۹۴۴ء میں ان مضامین کے علاوہ بھی متعدد مضامین میگزین کی زینت بنتے رہے ہیں۔میگزین کے مضمون نگار حضرات نے اقبال شناسی کی روایت کو قائم رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اقبال شناسی کے حوالے سے اقبال کی مادر علمی سے فرزندان مرے کالج افکار اقبال پر اظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔''مرے کالج میگزین'' میں علامہ اقبال پر سب سے پہلا مضمون مئی ۱۹۳۸ء کے شمارے میں ''آہ علامہ اقبال'' کے عنوان سے شائع ہوا جس کو ریاض احمد نے لکھا تھا۔اس کے بعد تقریباً ہر شمارے میں حضرت علامہ پر مضامین شائع ہوتے رہے۔ضرب کلیم (اقبال نمبر): گورنمنٹ علامہ اقبال کالج سیالکوٹ کا ادبی مجلّہ سالانہ ''ضرب کلیم'' کے عنوان سے شائع ہوتا ہے۔۱۹۷۷ء میں سال اقبال کے حوالے سے ادبی مجلّے کا اقبال نمبر شائع ہوا۔شہر اقبال کے مختلف تعلیمی اداروں کے اساتذہ کے مضامین جن میں پروفیسر تجمل حسین ''اقبال اور قرآن''، پروفیسر محمد یوسف ''اقبال کا نظریہ ملت''، پروفیسر محمد صدیق چوہدری ''اقبال اور عہد جدید کے تقاضے''، پروفیسر محمد امین طارق ''اقبال اور عشق رسول ﷺ''، ارشد محمد بگو ''اقبال کا نظریہ تعلیم''، پروفیسر حفیظ الرحمان احسن ''حیات اقبال غیر معروف گوشے''، پروفیسر آسی ضیائی رامپوری ''اقبال کے ہاں حرکت و عمل''، محمد اسلم دیوانہ ''ہمارا اقبال نظم''، پروفیسر محمد سرور ''شاعر مشرق نظم''، ریاض حسین چودھری ''زندہ اردو نظم''، پروفیسر محمد اصغر سودائی ''اقبال کا نظریہ خودی'' سالانہ ادبی مجلّے ''ضرب کلیم'' میں شائع ہوئے۔

رہنمائے ترقی: جناب محمد دین ثاقب صاحب کی زیر ادارت یہ پندرہ روزہ مجلّہ باقاعدگی سے چھپتا رہا ہے۔اس مجلّے میں دیہات سدھار اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی کوششوں کو

اچھے انداز میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ڈھول کا پول:نام کی مناسبت سے یہ اخبار خبریں چھاپنے میں مشہور ہے۔اس کے مدیر عبدالمجید پروانہ ہیں۔نیوز البم:یہ اخبار۱۹۹۲ء میں چھپنا شروع ہوا اور ابھی بھی اس کی اشاعت جاری ہے۔یہ پندرہ روزہ اخبار سیالکوٹ میں بہت مقبول ہے۔تمام علمی،ادبی،سماجی،معاشرتی سرگرمیوں کی نمائندگی کرتا ہے۔اس کے چیف ایڈیٹر مجید بٹ ہیں۔انحراف:سیالکوٹ سے شائع ہونے والا پندرہ روزہ اخبار جس کے مدیر مشہور صحافی سلیم قلمکار ہیں۔ریاض الاخبار ہفت روزہ رسالہ ۱۸۵۱ء میں سیالکوٹ سے شائع ہونا شروع ہوا۔بہت عرصے تک صحافی خدمات سرانجام دیتا رہا۔لیکن ناسازگار حالات کی وجہ سے مزید چھپ نہ سکا۔چشمہ فیض:منشی دیوان چند کی نگرانی میں یہ ہفت روزہ اخبار ۱۸۵۲ء میں چھپنا شروع ہوا۔وکٹوریہ پیپر:جناب رائے بہادر،دیوان چند گھڑتل والے کی زیرادارت میں چھپتا رہا ہے۔ہفتگی جرائد میں موقر جریدہ خیال کیا جاتا تھا۔اس کا سالانہ چندہ ۱۵روپے تھا۔انوارالاسلام:جناب منشی کریم بخش صاحب کی نگرانی میں اس کا پہلا پرچہ ۱۸۹۸ء میں جناب منشی کریم صاحب کی ادارت میں شائع ہوا۔یہ ایک ہفتہ وار نیم مذہبی رسالہ تھا۔پنجاب گزٹ:مشہور انقلابی شخصیت جناب منشی غلام قادر فصیح کی ادارت میں ۱۸۹۸ء میں چھپنا شروع ہوا۔اس ہفت روزہ رسالے کا نصب العین تحریک آزادی کو کامیاب بنانا تھا۔ترجمان کشمیر:جناب عبدالحمید صاحب قریشی کی زیرنگرانی ہفت

روزہ ترجمان کشمیر نکلنا شروع ہوا۔یہ رسالہ کشمیری مہاجرین کی آبادکاری کا ترجمان ہے۔جیسا کے نام سے ظاہر ہے۔رفتار:جناب سید فدا حسین صاحب صفوی کی زیرادارت ۲۰اپریل ۱۹۵۷ء کو ہفتہ وار ادبی و سماجی مجلّہ چھپنا شروع ہوا۔ضرب نو:یہ مجلّہ نوجوان شاعر جناب غلام سرور مجاز کی زیر ادارت ۲۶ جون ۱۹۵۵ء سے صحافت و ادب کے لیے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔حقیقت:جناب سید ناصر محمود صاحب کی نگرانی میں اس کا پہلا پرچہ منظر عام پر آیا۔آغاز میں یہ روزنامہ تھا مگر ۱۹۵۳ء کے بعد ہفتہ وار مجلّہ کی شکل میں

تبدیل کردیا گیا۔ جہاد: یہ موقر مجلّہ جون ۱۹۴۸ء میں سیالکوٹ سے شائع ہونا شروع ہوا۔ جموں وکشمیر کے معروف ادیب جناب گلزار احمد فدا اس کے مدیر اعلیٰ تھے۔ پاسبان: یہ مجلّہ سیالکوٹ میں ۶ فروری ۱۹۵۰ء کو چھپنا شروع ہوا۔ تحریک آزادی کشمیر اور مسلم حقوق کی نگہداشت اس کا نصب العین رہا ہے۔ گوجر گزٹ: جناب ارشاد احمد بخش نے اس کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا۔ یہ ہفتہ وار رسالہ گوجر برادری کا ترجمان تھا۔ راہ گذر: اس مجلّے میں نوجوان نسل کی سرگرمیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ معروف ادیب اور شاعر عاصم صہبائی نے ناسازگار حالات کے باوجود اسے جاری رکھا۔ یہ ہفتہ روزہ اخبار ۱۹۳۸ء سے میدان صحافت میں خدمات انجام دے رہا ہے۔ محنت کش: جناب رشید احمد سندھو کی نگرانی میں یہ ہفتہ روزہ اخبار شائع ہوتا ہے ۔اور اب تک اس کی اشاعت کامیابی سے جاری ہے۔ سیالکوٹ گزٹ: حکومت پاکستان سے منظور شدہ یہ شہر اقبال کا ہر لعزیز اخبار ہے۔ یہ ہفتہ روزہ اخبار پچھلے ۲۲ سال سے جناب ملک محمد اکرم کی نگرانی میں چھپ رہا ہے۔ ہمدرد پاکستان: پاکستان ٹائمز کے نمائندے جناب اقبال کی زیر ادارت یہ ہفت روزہ مجلّہ شائع ہوتا ہے۔ پاک وطن: ایم ڈی چوہدری کی نگرانی میں یہ ہفت روزہ اخبار چھپتا ہے ۔اور اس کی اشاعت جاری وساری ہے۔ انکار: ایک کامیاب اخبار اور حالات سے باخبر رکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ چوہدری عبدالقیوم بیگ کی نگرانی میں چھپ رہا ہے۔ صدائے عام: اس مجلّے نے چونڈہ کے لیے بہت خدمات انجام دیں۔ اب یہ اخبار جناب رفیق احمد باجوہ کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ ندائے سیالکوٹ: اس ہفت روزہ اخبار کے مدیر خواجہ نسیم احمد ہیں ۔ کچھ عرصے کے لیے یہ بند ہوگیا مگر اب دوبارہ چھپ رہا ہے۔ ادراک: یہ پرانا اخبار تحریک پاکستان کے کارکن جناب جلیل جاوید کی نگرانی میں چھپنا شروع ہوا۔ اور ان کی موت کے بعد اس اخبار کو ان کے بیٹے کامران جاوید ایڈوکیٹ چلا رہے ہیں۔ ادراک کی ماہانہ اشاعت میں اقبالیات پر جو مضمون چھپے اُن میں ”اقبال کی

باتوں میں گلوں''، محمد عبداللہ قریشی، ماہنامہ اشاعت جولائی ۱۹۷۰ء ص ۴۔''اقبال اور نوجوان (مضمون)''، نبی احمد شہزاد، اپریل ۲۰۰۴ء ص ۶ قابل تعریف ہیں۔ جرنیل: یہ ہفت روزہ سیاسی سرگرمیوں کا نمائندہ ہے۔ خالد جرنیل کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ آہ و فغاں: اپنی مدد آپ کے تحت چلنے والے اس اخبار کو ہر جگہ مقبولیت حاصل ہے۔ اس ہفت روزہ کو فاضل بختیار قریشی چلا رہے ہیں۔ نوائے جموں و کشمیر: اس کے چیف ایڈیٹر جاوید گل ہیں۔ یہ شہر اقبال سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ شعلہ: اس کا پہلا پرچہ ۱۲۷گست ۱۹۵۷ء کو شائع ہوا۔ یہ سہ روزہ اخبار جناب عبدالحمید خاں صاحب کی زیر ادارت خدمات سرانجام دیتا رہا۔ سہ ماہی مشعل راہ: سٹوڈنٹس ویلفیر سوسائٹی رجسٹرڈ سیالکوٹ کے زیر اہتمام جناب

ریاست علی چوہدری کی زیر ادارت شائع ہوتا تھا۔ سو سے دو سو صفحات تک چھپنے والے اس جریدے کی قیمت ۷۵ پیسے ہوا کرتی تھی۔ اس کے بہترین شمارے آج بھی ریکارڈ میں موجود ہیں۔ اس رسالے میں اقبال شناسی پر جو مضامین شامل ہیں اُن میں ''اقبال کی گھریلو زندگی (یاداشتیں)''، صوفی خالد نظیر، اپریل ۱۹۶۷ء ص ۱۲۔''اقبال اور کشمیر (نظم)''، ہدایت اللہ اختر، اپریل ۱۹۶۶۷ء ص ۳۔''اقبال اور دنیا کی فرضی کامیڈی (مضمون)''، خالد نظیر صوفی، جولائی ۱۹۶۷ء ص ۱۵۔''فرمودات اقبال۔۔۔ اقبال نمبر''، اقبال، اپریل تا جون ۱۹۶۹ء ص ۴۔''پہلی کرن (اداریہ) اقبال نمبر''، خالد نظیر صوفی، اپریل تا جون ۱۹۶۹ء ص ۳۔''اقبال (نظم)''، ڈاکٹر نظیر صوفی، ص ۵۔''شاعر اسرار خودی اور کشمیر (نظم) اقبال نمبر''، ص ۶۔''اقبال (نظم) اقبال نمبر''، صادق چغتائی، اپریل تا جون ۱۹۶۹ء ص ۲۹۔ا''قبال سے (نظم)''، ایم۔ اسلم دیوانہ، ص ۲۲۔''سازِ اقبال کا آخری سرور (مضمون)''، پروفیسر محمد دین بھٹی، ص ۷۔''مقام اقبال (مضمون)''، رئیس احمد جعفری، ص ۱۴۔''شاعر مشرق کی گھریلو زندگی (یاداشتیں)''، خالد نظیر صوفی، ص ۱۵۔''اقبال انسان دوست ہیں (مضمون)''، خالد نظیر صوفی، ص ۲۴۔''علامہ

اقبال۔ اُردو نثر نگار کی حیثیت سے''، خالد نظیر صوفی، ص۳۲۔ ''مکاں وزماں کی حقیقت شاعر مشرق کی نظر میں''، خالد نظیر صوفی، ص ۳۰۔ ''علامہ اقبال کی بالکل صحیح تاریخ پیدائش (حقائق)''، خالد نظیر صوفی، ص۱۱۳ قابل ذکر ہیں۔ ہادی اکبر: یہ سہ ماہی مجلّہ اولیاء کرام کے بارے میں کافی معلومات دیتا اور حضرت پیر احمد حسین المعروف محبُوب ذات کے نام پر چھپتا ہے۔ انصاف: سیالکوٹ کے مشہور سیاسی کارکن جناب خواجہ محمد اعظم بی اے کی نگرانی میں یہ روزنامہ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۶ء تک بڑی کامیابی سے شائع ہوتا رہا۔ سیالکوٹ گزٹ: یہ روزنامہ سیاسیات بلدیہ اور مقامی خبروں سے بھرا ہوتا۔ یہ روزنامہ جناب غلام احمد سرور فگار کی نگرانی میں چھپتا رہا۔ رہبر: یہ اخبار لالہ میلہ رام وفا کے بھتیجے لالہ ملک راج کی زیرادارت سیالکوٹ سے کافی عرصہ چھپتا رہا۔ پرواز: یہ روزنامہ خبروں کے ساتھ زیادہ تنقیدی مواد پر غور کرتا۔ جناب مختار احمد سرشار کی نگرانی میں کافی عرصہ سے ادبی وسیاسی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ انقلاب: اس روزنامے میں جناب فاروق رحمت اللہ نے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا۔ یہ مسلم لیگ کے خیالات کی ترجمانی کرتا رہا ہے۔ نوائے شمال: یہ روزنامہ چوہدری نذیر احمد کی نگرانی میں چھپتا ہے۔ اور اپنے اعتبار سے ایک کامیاب اخبار ہے۔

علامہ اقبال کے قیام سیالکوٹ کا اجمالی جائزہ

لق ودق میدان ہے۔ایک سفید براق کبوتر فضا میں چکر لگا رہا ہے۔کبھی اتنا نیچے اُتر آتا ہے کہ بس اب زمین کی قسمت جاگی اور کبھی ایسی اونچائی پکڑتا ہے کہ تارا بن کر آسمان سے جڑ گیا۔ادھر بہت سے لوگ ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر اُسے پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔سب کے سب دیوانے ہو رہے ہیں مگر وہ کسی کے ہاتھ نہیں آتا۔کچھ وقت گزر گیا تو اچانک اُس نے غوطہ لگایا اور میری جھولی میں آن گرا۔آسمان سے زمین تک ایک قوس بن گئی۔

شیخ نور محمد یہ خواب دیکھ کر اُٹھے تو اپنے دل کو اس یقین سے بھرا ہوا پایا کہ خدا انہیں ایک بیٹا عطا کرے گا جو دین اسلام کی خدمت میں بڑا نام پیدا کرے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو برطانوی ہندوستان کے شہر سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے۔اقبال کی تاریخ ولادت عرصے سے ایک متنازع فیہ مسئلہ رہا ہے اور اس سلسلے میں کئی سنہ بیان کیے جاتے رہے ہیں۔اقبال کی زندگی کے دوران میں جو مضامین یا کتابیں ان پر تحریر کی گئیں، ان میں اقبال کا سن ولادت ۱۸۷۰ء، ۱۸۷۲ء، ۱۸۷۵ء، ۱۸۷۶ء، یا ۱۸۷۷ء بتایا گیا۔ان مصنفین میں سے چند تو اقبال کے حلقہ احباب میں سے تھے، لیکن بیشتر انہیں ذاتی طور پر نہ جانتے تھے۔یہ حقیقت ہے کہ اقبال اپنے حالات زندگی کی تشہیر میں دلچسپی نہ رکھتے تھے اسی لیے ۱۹۲۲ء میں جب فوق نے ان سے بذریعہ خط، حالات طلب کیے تو انہوں نے جواب میں لکھا: ”باقی رہے میرے حالات، سو ان میں کیا رکھا ہے۔۔۔۔“ اقبال کی اپنی بیان کردہ تاریخ ولادت کی مطابقت ان کے تعلیمی ریکارڈ سے ۱۸۷۳ء کے مقابلے میں

زیادہ سہولت سے ہوتی ہے۔ واقعاتی شہادت اور خاندان اقبال کے بزرگ اور معتبر افراد کے بیانات بھی بمقابلہ ۱۸۷۳ء اسی سن ولادت کی تائید کرتے ہیں۔ بہت عرصے تک سن ولادت اقبال ۱۸۷۳ء تحریر کیا جاتا رہا۔ لیکن مزید تحقیق کے بعد یہ ثابت ہوا کہ ۳ ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ کو جو عیسوی حساب سے ۹ نومبر ۱۸۷۷ء بنتا ہے، جمعے کے دن ابھی فجر کی اذانیں گونج رہی تھیں کہ شیخ نور محمد کے خانہ درویشی کے ایک حجرے میں وہ غیبی بشارت مجسم ہو کر ظاہر ہوگئی۔ بچے کی پہلی آواز فاق میں پھیلے ہوئے اذانوں کے آہنگ سے خارج نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ شیخ نور محمد اطلاع پا کر پہنچے تو اُس فلک پرواز کو پہچان لیا اور محمد اقبال نام رکھا۔

شیخ نور محمد کشمیر کے سپرو برہموں کی نسل میں سے تھے۔ سپرو برہموں کی ایک شاخ ہے اور برہمن ہندوؤں کی سب سے اونچی اور معزز ذات سمجھی جاتی ہے۔ اقبال کے آباو اجداد سپرو تھے۔ سپروؤں کی اس نسل میں، ایک شخص بابا لول حج سب سے پہلے قبول اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔ وسیلہ معاش کے طور پر انہوں نے زراعت کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ دائرہ اسلام میں نے کے بعد ان کا نکاح، کسی مسلم گھرانے کی خاتون سے ہوا۔ مگر بیوی سے اُن کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ بابا کی آنکھیں بھینگی اور پاؤں ٹیڑھے تھے، بیوی کبھی کبھی ان پر ہنسا کرتی تھی۔ ایک روز بیوی کی طنزیہ ہنسی سے دل حساس کو ایسی ٹھیس پہنچی کہ دنیا کی ہر شے سے جی اچاٹ ہوگیا۔ بیوی بچے، گھر بار، کھیت کھلیان، مال مویشی، سب کچھ چھوڑ کر کشمیر کی سرزمین ہی سے کوچ کیا۔

آشفتہ مزاجی، بابا کو سالہا سال تک اجنبی سرزمینوں میں لیے پھرتی رہی۔ کتنے شام و سحر گزرے، دن ہفتوں میں اور ہفتے سالوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ وقت کا سیل رواں جاری رہا۔ اقبال کے باباجی نے سالہا سال سیر و سیاحت میں گزار دیئے۔ بابا لول، حج بیت اللہ سے بھی متعدد بار مشرف ہوئے۔ تقریباً بارہ برس بعد واپس کشمیر آ گئے۔ اب ان کی اولاد

نے رحت سفر باندھا۔ شیخ اکبر نے کئی بار پنجاب کا سفر کیا اور ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں مقیم رہے۔ ''روزگار فقیر'' (جلد دوم) میں شیخ اعجاز احمد کے حوالے سے تحریر ہے:

''علامہ اقبال کے اجداد میں کس نے اور کب کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ میں سکونت اختیار کی۔ اس بارے میں پورے وثوق کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔۔۔۔قرائن یہ ہیں کہ اٹھارہویں صدی کے آخر میں یا انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں یہ ہجرت ہوئی ہوگی اور ہجرت کرنے والے بزرگ یا تو علامہ کے دادا کے باپ شیخ جمال الدین تھے یا ان کے چار بیٹے، جن کا نام شیخ عبدالرحمٰن، شیخ محمد رمضان، شیخ محمد رفیق اور شیخ عبداللہ تھے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ شیخ جمال الدین نے اپنے چاروں بیٹوں کو ساتھ لے کر ترک وطن کیا ہو۔ بہر حال یہ تو ثابت ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں یہ چاروں بھائی سیالکوٹ میں سکونت پذیر تھے۔ ان میں علامہ اقبال کے دادا شیخ محمد رفیق اور ان کے دو بھائی شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ محمد رمضان تو سیالکوٹ میں رہتے تھے اور تیسرے بھائی شیخ عبداللہ موضع جیٹھ یکے میں۔ ان چاروں بھائی کی اولاد آج تک شہر سیالکوٹ اور موضع جیٹھ یکے میں آباد ہے۔ علامہ کے دادا کی پہلی شادی شہر سیالکوٹ کے ایک کشمیری خاندان میں ہوئی۔ اس بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور وہ وفات پا گئیں۔ دوسری شادی جلالپور جٹاں کے ایک کشمیری گھرانے میں ہوئی۔ یہ بیوی بہت خوبصورت تھیں، اس لیے ان کا لقب ''گجری'' پڑ گیا تھا۔ ان سے شیخ محمد رفیق کے اوپر تلے دس لڑکے ہوئے اور سب کے سب فوت ہو گئے۔ علامہ کے والد (شیخ نور محمد) شیخ محمد رفیق کی گیارھویں اولاد تھے۔ ان کی پیدائش پر گھر کی عورتوں نے بڑی منتیں مانیں۔ پیروں فقیروں سے

دعائیں بھی کرائیں، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کسی نیک دل بزرگ کی دعا قبول ہوئی اور علامہ کے والد نہ صرف زندہ رہے بلکہ طویل عمر پائی۔ قمری حساب سے ان کی عمر ۹۶ سال اور شمسی حساب سے ۹۳ سال کی ہوئی۔ انہوں نے اپنے قابل فخر بیٹے اقبال کی شہرت، عزت اور مقبولیت کی بہاریں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔۔۔۔۔۔۔"

علامہ کے والد کی پیدائش کے بعد ان کے والدین کے یہاں ایک اور لڑکا بھی پیدا ہوا۔ ان کا نام غلام محمد تھا۔ وہ محکمہ نہر میں اوورسیئر تھے اور روپڑ ضلع انبالہ میں متعین تھے۔ شیخ محمد رفیق اپنے بیٹے سے ملنے سے ملنے کے لیے روپڑ گئے ہوئے تھے کہ وہیں ہیضہ ہوا اور اس مرض میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ روپڑ ہی میں وہ دفن ہوئے۔ شیخ غلام محمد نرینہ اولاد سے محروم تھے۔ وفات کے وقت ان کی دو لڑکیاں حیات تھیں، جن کی اولاد شہر سیالکوٹ میں آج تک آباد ہے۔

شیخ نور محمد کو موت سے بچانے کی خاطر اس زمانے کے ضیف الاعتقاد اور توہم پرست معاشرہ کی رسم کے مطابق ان کے والدین نے ان کا ناک چھید کر نتھ پہنائی، تاکہ نظر بد یا قدرت کی منفی قوتوں کو دھوکہ دیا جاسکے، کہ بچہ لڑکا نہیں لڑکی ہے۔ اسی سبب بعد میں ان کا لقب نتھو پڑ گیا۔

اٹھارہویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں، جب اقبال کے بزرگوں نے کشمیر سے ہجرت کی تو وہاں کے حالات میں قحط، سیلاب، زلزلے، افغانوں کی اندرون ملک خانہ جنگی، ٹیکسوں کا بوجھ، غربت و افلاس، سکھوں کی سفاکی و خون ریزی۔۔۔۔ اس زمانے میں بے شمار کشمیری خاندان ترک وطن کر کے برصغیر کے مختلف شہروں میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس لیے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اقبال کے بزرگ بھی انہی حالات کے پیش نظر عدم تحفظ کے عالم میں افغانوں کے آخری دور میں وطن سے ہجرت

کر گئے اور سیالکوٹ پہنچ کر انہوں نے تجارت کو اپنا پیشہ بنایا۔ اقبال کے سلسلہ اجداد کے تذکرے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جو فطری طور پر دنیوی یا مادی آسودگی سے کہیں زیادہ اخلاقی اور روحانی مسرتوں کی جستجو میں تھا اور جو دنیا کے مقابلے میں ہمیشہ دین کو ترجیح دیتا تھا۔

اقبال کے اسلاف میں چوتھی پشت میں شیخ محمد رفیق کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے تھے۔ شیخ محمد رفیق نے محلّہ کھٹیکاں میں ایک مکان آباد کیا۔ کشمیری لوئیوں اور دُھسوں کی فروخت کا کاروبار شروع کیا۔ غالبًا شیخ نور محمد اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ غلام محمد یہیں پیدا ہوئے، پلے بڑھے اور گھر والے ہوئے۔ بعد میں شیخ محمد رفیق بازار چوڑی گراں میں اُٹھ آئے جو اب اقبال بازار کہلاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا مکان لے کر اس میں رہنے لگے، مرتے دم تک یہیں رہے۔ ان کی وفات کے بعد شیخ نور محمد نے اس سے مُلحق ایک دو منزلہ مکان اور دو دکانیں خرید کر مکانیت کو بڑھا لیا۔ اقبال کی ولادت اسی گھر میں ہوئی۔

اونچی چھتوں والے چھوٹے چھوٹے کمرے، مشرق کے رُخ پر کھلنے والے روشن دان، کچے صحن اور ایک مبہم سے نشیب میں واقع ڈیوڑھیوں کے بیچ زندگی کرنے کا عمل انسانی اور فطری ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے گھروں کی بناوٹ میں تعلّق کی ایسی شدت کارفرما ہوتی ہے جو انہیں کبھی پرانا نہیں ہونے دیتی۔ مکان اور مکین ہمجولی ہوتے ہیں۔ ساتھ ساتھ بڑھتے ہیں۔ محبت کا ہر لمحہ ایک نیا تجربہ ہوتا ہے۔ اس طرح آدمی میں مختلف تجربات اور احساسات کی سمائی اور انہیں باہم مربوط کرنے کی سکت پیدا ہو جاتی ہے۔ یوں اس طرزِ زیست کی بنیاد پڑتی ہے جس میں اردگرد کی کائنات انسان کے دل کی پہنائی میں سماتی چلی جاتی ہے، جہاں بنی جاں بنی بن جاتی ہے۔ اقبال ایسے ہی ایک گھر میں پروان چڑھے، جو آج کل کے مکانوں کی طرح بس کنکریٹ کا ڈھیر نہ تھا بلکہ مٹی کے گہراؤ سے پھوٹنے والی

ایک صورت، جس میں ایک خدا آباد باطن کا پھیلاؤ بھی شامل تھا۔ ہمارے زمانے کی بے معنی سہولتوں سے پاک اس گھر کے غیر مصنوعی ماحول میں اقبال نے آنکھ کھولی، اس میں اونچی چھت اور ناہموار اینٹوں سے بنے فرش کے درمیان اٹل طریقے سے چھائی ہوئی گہری اور جھٹپٹی سی فضا میں بولنا اور چلنا سیکھا جو باپ کی آواز میں تحکم کی گونج پیدا کر دیتی ہے اور ماں کی گود کی گرمی بڑھا دیتی ہے، اور چراغ کی روشنی میں پڑھنا شروع کیا جو چیزوں کے باطن پر چمکتی ہے، ان کا باطن کھولتی ہے مگر ان کے ضروری ابہام کو برقرار رکھتی ہے۔ چراغ کی روشنی میں پڑھنے والے بڑے دروں بیں اور معنی آشنا ہوتے ہیں۔

شیخ محمد رفیق نے جلد ہی اپنے اکلوتے بیٹے نور محمد کی شادی سمبڑیال، ضلع سیالکوٹ کے ایک کشمیری گھرانے میں کر دی۔ شیخ نور محمد سادہ مزاج، بردبار اور حلیم الطبع شخص تھے۔ اپنے حسن اخلاق، عالی ظرفی، گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے شیخ نور محمد کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ خاندان اور برادری میں انہیں ''میاں جی'' کہہ کر پکارتے تھے۔ پنجاب کے دیہی معاشرے میں ''میاں جی'' کے ساتھ بزرگی، احترام، دانش وبینش اور معاملہ فہمی کے تصورات وابستہ ہیں۔ شیخ نور محمد نہ صرف اپنے خاندان بلکہ محلے، کاروباری حلقوں اور شہر میں بھی ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ تقریباً ۲۵ سال کی عمر میں اللہ نے انہیں اولادِ نرینہ عطا کی، نام عطا محمد رکھا گیا۔ شیخ عطا محمد (۱۸۵۹ء۔۱۹۴۰ء) نے رُڑکی انجینئر نگ کالج سے ڈپلوما حاصل کیا اور ایک بھرپور زندگی گزاری۔ لاہور اور یورپ میں اقبال کی تعلیم کے زیادہ تر اخراجات وہی برداشت کرتے رہے۔

شیخ نور محمد کی شخصیت کا ایک اور پہلو بھی قابل ذکر ہے، جس کا تعلّق ان کی روحانیت سے ہے۔ وہ نیک سرشت اور پاکیزہ مزاج تھے۔ تلاوت کلام پاک، عبادات خصوصاً نوافل شب اور تہجد سے شغف رکھتے تھے۔ شیخ نور محمد کی روحانیت اور صوفیانہ افتادِ نہاد سے متعلّق واقعات ملتے ہیں۔ مگر ان کی روحانیت اور تصوف کا رنگ، تصوف کے روایتی طور طریقوں

سے بالکل جدا تھا۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> ''شیخ نور محمد ان صوفیوں سے بالکل مختلف تھے جو وجد و حال کی کی لذتوں میں کھوکر، قرآن سے بے تعلق ہو جاتے ہیں۔''

شیخ نور محمد کی روحانیت کا یہ پہلو بھی نام نہاد صوفیہ سے مختلف اور منفرد تھا کہ وہ بناوٹ اور تصنع سے کوسوں دور تھے اور کسی خاص وظیفے کے یا اسمِ اعظم کے اِخفا کے قائل نہ تھے۔ علامہ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد راوی کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے دادا جان سے ''اسمِ اعظم'' کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ''مجھے جادو منتر، ٹونے ٹوٹکے جیسا کوئی اسمِ اعظم معلوم نہیں ہے کہ اس کے پڑھتے ہی کچھ سے کچھ ہو جائے۔ ہاں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں، اس لیے دعا ہی اسمِ اعظم ہے۔

اقبال کی والدہ امام بی کا تعلق سمبڑیال ضلع سیالکوٹ ایک کشمیری گھرانے سے تھا۔ آپ کو آپ کی اولاد کے علاوہ رشتے دار اور چھوٹی عمر سب لوگ ''بے جی'' بلاتے تھے۔ بے جی کے زمانے میں خواتین بالخصوص دیہات کی خواتین میں لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس لیے بے جی لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھی البتہ نماز ان کو ازبر تھی اور وہ اس کو پابندی سے ادا کیا کرتی تھی۔ بے جی برادری کے باہی جھگڑے نہایت عمدگی سے سلجھا لیتی تھیں اور ایک دوسرے سے ناراض عناصر کو باہم گلے ملوا دیتی تھیں۔ اپنی خوش اخلاقی اور دردمندی کے باعث محلے کی خواتین میں بے حد ہردلعزیز تھیں۔ ان کو بے جی پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب کبھی ضرورت پڑتی وہ اپنے زیورات یا روپیہ پیسہ ان کے پاس امانت رکھوا دیتی تھیں۔ بے جی کی زندگی کا سب سے تابناک پہلو ان کا جذبہ خیر تھا۔ آپ غریبوں اور حاجت مندوں کی اس طرح مدد کرتی تھیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ آپ کے بڑے فرزند شیخ عطا محمد بے جی کی ایسی خیرات کو گپت دان کہا کرتے تھے۔ جب وہ رخصت پر سیالکوٹ آتے تو تو بے جی کو اس گپت دان کے لیے خصوصی رقم دیا

کرتے تھے۔اس طرح بے جی کا دریائے فیض برابر جاری رہتا تھا۔

امام بی نادار گھرانوں کی لڑکیوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لیتی تھیں۔ان بچیوں کو اپنی بیٹیوں کی طرح سمجھتی تھیں اور ان سے بہت پیار کرتی تھیں۔ یہ بچیاں گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی تھیں لیکن ملازموں کی طرح نہیں بلکہ دوسرے اہل خانہ کی طرح وہ اس کو اپنے گھر کا کام سمجھ کر کرتی تھیں۔ بے جی کچھ مدت کے بعد مناسب رشتہ تلاش کر کے ان کی شادی کر دیتیں اور ان کی رخصتی اپنی بیٹیوں کی طرح کرتیں۔ یہ لڑکیاں عمر بھر بے جی کو اپنی حقیقی ماں کا درجہ دیتی تھیں اور ان کے پاس سسرال سے اس طرح آتیں جس طرح بیٹیاں اپنے میکے آتی ہیں۔

بے جی نہایت اعلیٰ درجے کی منتظم تھیں۔آپ اپنی اولاد کی تربیت پر خاص توجہ دیتی تھیں اور ہر وقت ان کو ادب وتمیز سکھانے میں کوشاں رہتی تھیں۔علامہ محمد اقبال بے جی سے بہت محبت کرتے تھے۔جب تک بے جی حیات رہیں لاہور کے قیام کے دوران علامہ اقبال کا یہ معمول رہا کہ وہ گرمیوں کی تعطیلات میں یا جب بھی ان کو فرصت ملتی سیالکوٹ والدہ کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ بے جی کو بھی اقبال سے والہانہ محبت تھی۔جب وہ یورپ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو دوپہر میں ان کے خطوط کے انتظار میں بیٹھی رہتی تھیں۔

آپ کی وفات پر علامہ اقبال نے ایک نظم ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' لکھی جو بعد ازاں بانگ درا کی زینت بنی۔آپ کا انتقال ۹ نومبر ۱۹۱۴ءکو سیالکوٹ میں ہوا اور آپ کو درگاہ امام علی الحق سے ملحقہ قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔اقبال کو بے جی کی وفات سے شدید صدمہ پہنچا اور بہت دنوں تک ان پر یاس کی کیفیت طاری رہی۔مولانا عبدالمجید سالک کا بیان ہے کہ میں تعزیت کے لیے علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ دیر تک والدہ مرحومہ کے اوصاف ومحاسن بیان کر کے آبدیدہ ہوتے رہے۔کہتے تھے کہ جب سیالکوٹ جاتا تھا تو والدہ مرحومہ شگفتہ ہو کر فرماتیں میرا بالی آگیا اس وقت میں اپنے آپ کو ایک ننھا سا

بچہ سمجھنے لگتا۔

شیخ نور محمد، امام بی اور میر حسن ۔۔۔۔ اقبال، ان تین نیک طینت ہستیوں کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے۔ شیخ نور محمد دین دار آدمی تھے۔ بیٹے کے لیے دینی تعلیم کو کافی سمجھتے تھے۔ سیالکوٹ کے اکثر مقامی علما کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ اقبال بسم اللہ کی عمر کو پہنچے تو انہیں مولانا غلام حسن کے پاس لے گئے۔ مولانا ابو عبداللہ غلام حسن محلّہ شوالہ کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ شیخ نور محمد کا وہاں آنا جانا تھا۔ یہاں سے اقبال کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ حسبِ دستور قرآن شریف سے ابتدا ہوئی۔ تقریباً سال بھر تک یہ سلسلہ چلتا رہا کہ ایک دن شہر کے نامور عالم سید میر حسن ادھر آ نکلے۔ ایک بچے کو بیٹھے دیکھا تو صورت سے عظمت اور سعادت کی پہلی جوت چمکتی نظر آ رہی تھی۔ پوچھا: کس کا بچہ ہے معلوم ہوا تو وہاں سے اُٹھ کر شیخ نور محمد کی طرف چل پڑے۔ دونوں آپس میں قریبی واقف تھے۔ مولانا نے زور دے کر سمجھایا کہ اپنے بیٹے کو مدرسے تک محدود نہ رکھو، اس کے لیے جدید تعلیم بھی ضروری ہے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ اقبال کو اُن کی تربیت میں دے دیا جائے۔ کچھ دن تک شیخ نور محمد کو پس و پیش رہا، مگر جب دوسری طرف سے اصرار بڑھتا چلا گیا تو اقبال کو میر حسن کے سپرد کر دیا۔ میر حسن جیسے نابغہ روزگار اور مثالی استاد کی شاگردی کسی بھی لڑکے کے لیے باعث عزت و افتخار ہو سکتی ہے۔ اقبال تو پھر اقبال تھے۔۔۔۔ ''دیر سے آنے'' والا اقبال۔

میر حسن کا مکتب شیخ نور محمد کے گھر کے قریب ہی کوچہ میر حسام الدین میں تھا۔ یہاں اقبال نے اردو، فارسی اور عربی پڑھنا شروع کی۔ تین سال گزر گئے۔ اس دوران میں سید میر حسن نے اسکاچ مشن اسکول میں بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ اقبال بھی وہیں داخل ہو گئے مگر پرانے معمولات اپنی جگہ رہے۔ اسکول سے آتے تو استاد کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ میر حسن اُن عظیم استادوں کی یادگار تھے جن کے لیے زندگی کا بس ایک مقصد ہوا کرتا تھا: پڑھنا اور پڑھانا۔ لیکن یہ پڑھنا اور پڑھانا صرف کتاب خوانی کا نام نہیں۔ اچھے زمانے میں استاد

مرشد ہوا کرتا تھا۔میر حسن بھی یہی کیا کرتے تھے۔تمام اسلامی علوم سے آگاہ تھے،جدید علوم پر بھی اچھی نظر تھی۔اس کے علاوہ ادبیات،معقولات ،لسانیات اور ریاضیات میں بھی مہارت رکھتے تھے۔شاگردوں کو پڑھاتے وقت ادبی رنگ اختیار کرتے تھے تاکہ علم فقط حافظے میں بند ہو کر نہ رہ جائے بلکہ طرزِ احساس بن جائے۔عربی،فارسی،اردو اور پنجابی کے ہزاروں شعر ازبر تھے۔ایک شعر کو کھولنا ہوتا تو بیسوں مترادف اشعار سُنا ڈالتے۔

مولانا کی تدریسی مصروفیات بہت زیادہ تھیں مگر مطالعے کا معمول قضا نہیں کرتے تھے۔قرآن کے حافظ بھی تھے اور عاشق بھی۔۔۔شاگردوں میں شاہ صاحب کہلاتے تھے۔انسانی تعلّق کا بہت پاس تھا۔حد درجہ شفیق،سادہ،قانع،متین،منکسر المزاج اور خوش طبع بزرگ تھے۔روزانہ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر قبرستان جاتے،عزیزوں اور دوستوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھتے۔فارغ ہوتے تو شاگردوں کو منتظر پاتے۔واپسی کا راستہ سبق سننے اور دینے میں کٹ جاتا۔یہ سلسلہ گھر پہنچ کر بھی جاری رہتا،یہاں تک کہ اسکول کا وقت قریب آجاتا۔جلدی جلدی ناشتا کرتے اور اسکول کو چل پڑتے۔شاگرد ساتھ لگے رہتے۔دن بھر اسکول میں پڑھاتے۔شام کو شاگردوں کو لیے ہوئے گھر آتے،پھر رات تک درس چلتا رہتا۔اقبال کو بہت عزیز رکھتے تھے۔خود وہ بھی استاد پر فدا تھے۔اقبال کی شخصیت کی مجموعی تشکیل میں جو عناصر بنیادی طور پر کارفرما نظر آتے ہیں،ان میں بیشتر شاہ صاحب کی صحبت اور تعلیم کا کرشمہ ہیں۔سید میر حسن،سرسید کے بڑے قائل تھے۔علی گڑھ تحریک کو مسلمانوں کے لیے مفید سمجھتے تھے۔ان کے زیرِ اثر اقبال کے دل میں بھی سرسید کی محبت پیدا ہوگئی جو بعض اختلافات کے باوجود آخر دم تک قائم رہی۔مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ تو خیر اقبال کے گھر کی چیز تھی مگر میر حسن نے اس جذبے کو ایک علمی اور عملی سمت دی۔

اقبال سمجھ بوجھ اور ذہانت میں اپنے ہم عمر بچوں سے کہیں آگے تھے۔ایک روز اقبال میر حسن کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔میر حسن کا بھانجا احسان بھی ساتھ تھا۔ابھی بچہ ہی تھا

مگر خوب تندرست وتوانا، بوجھل محسوس ہوا، چنانچہ تھوڑی دور چل کر اقبال نے اسے گود سے اتار دیا۔ میر حسن نے دیکھا تو کہنے لگے: ''اس کی برداشت بھی دشواری ہے۔'' یہ موزوں جملہ ہے۔ اقبال نے بھی جواباً ایک موزوں جملہ کہا: ''تیرا احسان بہت بھاری ہے۔'' بچپن ہی سے اُن کے اندر وہ انہماک اور استغراق موجود تھا جو بڑے لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر وہ کتاب کے کیڑے نہیں تھے۔ اس طرح تو آدمی محض ایک دماغ وجود بن کر رہ جاتا ہے۔ زندگی کے حقائق اور تجربات بس دماغ میں منجمد ہو کر رہ جاتے ہیں، خون گرم کا حصّہ نہیں بنتے۔ انہیں کھیل کود کا بھی شوق تھا۔ بچوں کی طرح شوخیاں بھی کرتے تھے۔ حاضر جواب بھی بہت تھے۔ شیخ نور محمد یہ سب دیکھتے مگر منع نہ کرتے۔ جانتے تھے کہ اس طرح چیزوں کے ساتھ اپنائیت اور بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے جو بے حد ضروری اور مفید ہے۔ غرض اقبال کا بچپن ایک فطری کشادگی اور بے ساختگی کے ساتھ گزرا۔ قدرت نے انہیں صوفی باپ اور اور عالم استاد عطا کیا جس سے ان کا دل اور عقل یکسو ہو گئے، دونوں کا ہدف ایک ہو گیا۔ یہ جو اقبال کے یہاں حس اور فکر کی نادر یکجائی نظر آتی ہے اس کے پیچھے یہی چیز کارفرما ہے۔ باپ کے قلبی فیضان نے جن حقائق کو اجمالاً محسوس کروایا تھا، استاد کی تعلیم سے تفصیلاً معلوم بھی ہو گئے۔

سولہ برس کی عمر میں اقبال نے میٹرک کا امتحان درجہ اوّل میں پاس کیا۔ تمغا اور وظیفہ ملا۔ اسکاچ مشن اسکول میں انٹرمیڈیٹ کی کلاسیں بھی شروع ہو چکی تھیں لہٰذا اقبال کو ایف اے کے لیے کہیں اور نہیں جانا پڑا، وہیں رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ان کی شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ یوں تو شعر و شاعری سے ان کی مناسبت بچپن ہی سے ظاہر تھی، کبھی خود بھی شعر موزوں کر لیا کرتے تھے مگر اس بارے میں سنجیدہ نہیں تھے، نہ کسی کو سناتے نہ محفوظ رکھتے۔ لکھتے اور پھاڑ کر پھینک دیتے۔ لیکن اب ان کے لیے شعر گوئی فقط ایک مشغلہ نہ رہی تھی بلکہ روح کا تقاضا بن چکی تھی۔ اس وقت پورا برعظیم داغ کے نام سے گونج رہا

تھا۔ خصوصاً اردو زبان پر ان کی معجزانہ گرفت کا ہر کسی کو اعتراف تھا۔ اقبال کو یہی گرفت درکار تھی۔ شاگردی کی درخواست لکھ کر بھیجی جو قبول کر لی گئی۔ مگر اصلاح کا یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ داغ جگت استاد تھے۔ متحدہ ہندوستان میں اردو شاعری کے جتنے بھی روپ تھے، ان کی تراش خراش میں داغ کا قلم سب سے آگے تھا۔ لیکن یہ رنگ ان کے لیے بھی نیا تھا۔ گو اس وقت تک اقبال کے کلام کی امتیازی خصوصیّت ظاہر نہیں ہوئی تھی مگر داغ اپنی بے مثال بصیرت سے بھانپ گئے کہ اس ہیرے کو تراشا نہیں جا سکتا۔ یہ کہہ کر فارغ کر دیا کہ اصلاح کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہے۔ مگر اقبال اس مختصر سی شاگردی پر بھی ہمیشہ نازاں رہے۔ کچھ یہی حال داغ کا بھی رہا۔

اقبال کی شادی بھی اسی زمانے میں ہوئی۔ ۶ مئی ۱۸۹۳ء کو میٹرک کے نتیجے کی خبر پہنچی اقبال سہرا باندھے بیٹھے تھے۔ بارات سیالکوٹ سے گجرات روانہ ہونے والی تھی۔ وہ ۶۲۷۰ میں سے ۴۲۴ نمبر لے کر درجہ اول میں کامیاب ہوئے تھے۔ اپنے سکول میں پہلی اور پنجاب یونیورسٹی میں ان کی ۸ ویں پوزیشن تھی۔ بارہ روپے ماہوار وظیفہ جاری ہوا اور سکول کی طرف سے انہیں ایک تمغا بھی دیا گیا۔

اسی اثنا میں سکاچ مشن ہائی اسکول کا کولج کا درجہ مل گیا اور مولانا میر حسن کالج سے منسلک ہو گئے۔ اقبال ۵ مئی ۱۸۹۳ء کو گیارھویں جماعت میں داخل ہو گئے۔ یوں ایف اے کے زمانے میں اقبال کی تعلیم بدستور میر حسن کی نگرانی میں جاری رہی۔ شعر گوئی کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ازدواجی زندگی کی مصروفیات، شعر و شاعری اور دیگر مشاغل کے باوجود، اقبال نے تعلیم پر پوری توجہ مرکوز رکھی۔ ایف اے میں ان کے مضامین انگریزی، ریاضی، عربی اور فلسفہ تھے۔ ۱۸۹۵ء میں اقبال نے ایف اے کیا۔ اور مزید تعلیم کے لیے لاہور آ گئے۔

علامہ اقبال کے سیالکوٹ میں رابطے بذریعہ خطوط

خط عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تحریر، لکیر، نشان، نامہ اور چھٹی کے ہیں۔ دولوگوں کے درمیان تحریری گفتگو کو خط کہتے ہیں۔ غالبؔ کے بعد علامہ اقبال اردو کے دوسرے عظیم اور اہم شاعر ہیں جن کی مقبولیت ہمہ گیر ہے اور ان کے بارے میں ذرا ذرا سی تفصیل کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ علامہ اقبال کا حلقہ تعارف اور دائرہ احباب بہت وسیع تھا، اس میں والیان ریاست سے لے کر اُن کے خادم علی بخش تک سیکڑوں مکتوب الیہم کے نام آتے ہیں۔ اُن کے لکھے ہوئے تقریباً ڈیڑھ ہزار خطوط اب تک دریافت ہو چکے ہیں، لیکن انہوں نے اپنی چالیس سال سے زائد مدت پر پھیلی ہوئی ادبی زندگی میں اس سے بہت زیادہ خطوط لکھے ہیں، جن میں بہت سے ضائع ہو گئے، کچھ اب بھی کسی گوشہ گمنامی میں پڑے ہوں گے، اور اِکا دُکا خطوط ہر سال منظر عام پر کر اس ذخیرہ میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

۱۱جون ۱۹۱۹ء

مائی ڈیر اعجاز

تمہارا خط ملا تمہیں ابھی سے ملازمت کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔ ہم ابھی تو امتحان کے نتیجے کا انتظار کریں۔ یونیورسٹی تمہیں ۵۰ روپے ماہانہ پر دفتر میں کلرک رکھ سکتی ہے مگر اس صورت میں تم بحیثیت کلرک ایم۔ اے کے امتحان میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہیں شعبہ تاریخ میں اسسٹنٹ پروفیسری مل جائے تو یہ کہیں بہتر ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر تمہیں کوئی ملازمت نہ ملی تو میں کسی نہ کسی طرح ایم۔ اے کی پڑھائی کے اخراجات کی کفالت کرلوں گا۔

دعا گو

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

۲۶ جون ۱۹۱۹ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

آج صبح مستری نوردین سیالکوٹ سے آیا تھا وہ کہتا تھا کہ سیالکوٹ سے وزیر آباد تک تو کوئی دقت سفر کی نہیں ہے مگر وزیر آباد سے لاہور تک آنے میں بہت وقت ہے۔ وہاں سے پرمٹ لینا چاہیے اور پرمٹ ملنے پر بھی یقینی نہیں کہ گاڑی میں جگہ مل جائے۔ اس معاملے کی تحقیق کر کے مجھے جلد خط لکھو کیونکہ ۲۴ جولائی کو مجھے پٹیالہ جانے کے لیے سیالکوٹ سے واپس آنا ہوگا۔ اگر واپس آنے میں دقت ہو تو پھر میں سب کام کر کے آؤں کہ دو ماہ تک پھر واپس آنا نہ پڑے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب۔ بچوں کو پیار۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

۸ جولائی ۱۹ء

برخوردار اعجاز کو بعد دعائے عمر درازی کے واضح ہو تمہارا خط مل گیا تھا۔ طاہر دین پھر پشاور گیا ہے کل اُمید ہے واپس آجائے گا۔ تمہارے ابا کا خط بھی آیا تھا۔ وہاں ہر طرح خیریت ہے۔ طاہر دین بھی زبانی پیغام خیریت کا لے آئے گا۔ اس سے پیشتر بھی طاہر دین گیا تھا۔ اس کے متعلّق پہلے لکھ چکا ہوں۔ باقی خدا کے فضل وکرم سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں میری طرف سے آداب کہیں۔ تم اپنے نتیجہ امتحان کی طرف سے مطمئن رہو۔ انشاء اللہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ اب یہ سوچنا چاہیے کہ ایم۔ اے میں کون سا مضمون لو گے۔ باقی خیریت ہے۔ وسیمہ کو پیار۔

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ۔

کل میں نے تمہیں تار دیا تھا کہ موٹر نہ لاؤ وجہ یہ تھی کہ بڑی سعی سفارش سے گاڑی سیالکوٹ تک ریزرو کرائی تھی مگر عین وقت پر جب کہ ہم لوگ اسٹیشن پر جا چکے تھے۔ ریل والوں نے جواب دے دیا کہ گاڑی بوجہ ملٹری افسروں کے آ جانے کے نہیں دی جا سکتی۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کرنا۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور ۳راگست ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط ابھی ملا ہے الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ ایل ایل بی کا جو مشورہ میں نے تم کو دیا تھا اس میں مندرجہ ذیل امور میرے ذہن میں تھے۔(۱) ایل ایل بی پاس کرنے لینے کے بعد اگر تم پریکٹس نہ کرو تو عمدہ ملازمت ملنے میں سہولت ہوتی ہے۔(۲) اگر پریکٹس کرو تو کام میں تم کو خود سکھا سکتا ہوں اور گھر میں جو کتب خانہ قانونی کتابوں کا جمع ہو رہا ہے اس سے بھی تم فائدہ اٹھا سکو گے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب، ان کا کارڈ بھی مل گیا ہے۔ فریقین کو سخت تکلیف ہوئی مگر والد مکرم کی خدمت میں عرض کریں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ دوسرے روز ایک مقدمہ مل گیا جس میں معقول فیس مل گئی۔ اگر میں گاڑی پر سوار ہو جاتا تو اس سے محروم رہتا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۷ اگست ۱۹ء

آموں کی کوئی اور پیٹی آئے تو اسے کھول کر ریل سے آم لے لینا چاہیے۔

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ والد مکرم کا خط بھی ساتھ ملا اور ادھر سے بھائی صاحب کا خط بھی آ گیا۔ غلام نبی کا میرے پاس مبلغ چار سو روپیہ ہے۔ تم ان کو وہاں سے دے دو۔ تمہاری چچی بھی کئی دن سے بیمار تھی اب اس کو آرام ہے۔ باقی خدا کا فضل ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض۔ والسلام

محمد اقبال ۱۱راگست ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

کل میں نے تمہیں خط لکھا تھا مگر ایک دو باتیں بھول گیا۔ (۱) کشمیرے کا سوٹ تم بنالو فی الحال مجھے ضرورت نہیں۔ (۲) قانون کے متعلّق جو مشورہ تم کو دیا گیا اس میں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اس میں کوئی مجبوری نہیں اگر تمہاری طبیعت خود اس فیصلے پر صاد کرے تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کر دیں۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۱۲راگست ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

بھائی صاحب نے لکھا تھا کہ کشمیرے کے کوٹ کے لیے استر سیالکوٹ سے خرید انہ کرنا۔ وہیں سے بھیجا جائے گا۔ میں پھر گاڑی ریزرو کرانے کی کوشش کر رہا ہوں امید ہے دو تین روز تک ہو جائے گی۔ والدّعا

محمد اقبال

لاہور

۱۳؍ اگست ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط ابھی مل ہے۔ والد مکرم اور بھائی صاحب کے خطوط بھی اس کے ساتھ ہی ملے۔ الحمدللہ کہ سب طرف خیریت ہے۔ پیچش سے اب بالکل آرام ہے اور تمہاری چچی بھی تندرست ہے۔ ٹیکا محض احتیاطاً لگوایا گیا تھا کہ پیچش طویل نہ ہو جائے۔

والسلام

محمد اقبال

لاہور

۱۶؍ اگست ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

۲۰ اگست ۱۹ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

بعد دعا کے واضح ہو تمہارا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ گھر ہر خیریت ہے۔ والد مکرم کا کوئی خط تمہارے متعلّق ابھی نہیں ملا۔ بہر حال اگر تمہاری طبع کا میلان قانون کی طرف نہیں ہے تو بہتر ہے ایم۔ اے کلاس میں داخل ہو جاؤ۔ اگر گاڑی مل گئی تو ضرور آؤں گا۔ بارش پھر ہو رہی ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔ بچوں کو دعا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے ہر طرح خیریت ہے۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

۲۰ اگست ۱۹ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

بعد دعا کے واضح ہو تمہارا خط ابھی ملا ہے۔ والد مکرم کی علالت کی خبر سے تردّد ہے۔ ان کی خیریت سے جلد آگاہ کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ میں بھی دو چار روز تک حاضر ہوں گا۔ گاڑی کے ریزرو کرانے کی بھی کوشش کر رہا ہوں۔ کھانے کے لیے انہیں ساگودانہ بلکہ بہتر یہ ہے کہ اراروٹ دیا جائے۔ قانون کے متعلّق تم نے فیصلہ کر لیا ہے تو بہتر چشم ما روشن دل ما شاد مگر تم تو کہتے تھے کہ طبیعت ہی ادھر راغب نہیں۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط اور والد مکرم کا کارڈ ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ گھر میں خیریت ہے۔ ابھی ایک خط ڈاک میں ڈال چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا تعجب ہے کہ تم ہسٹری کے طالب علم ہو اور تمہیں قانون سے رغبت نہیں کہ ان دنوں علوم کا نہایت گہرا تعلّق ہے۔ بہر حال جب تم قانون پڑھو گئے تو مجھے امید ہے تم کو اس سے رغبت ہو جائے گئی۔ باقی خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں عرض کر دیں کہ کوٹھی کی تلاش میں ہوں تعویق اس وجہ سے ہوئی کہ کوٹھی موقع پر نہیں ملتی اور جو کوٹھیاں موقع پر ہیں ان کے مالک ہندو ہیں جو قدرتی طور پر ہندو کرایہ داروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ کوٹھی نہ ملنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ کم بخت ۔۔۔۔۔۔۔۔ نے وعدہ کیا اور بعد میں بدعہدی کر کے جو آج کل کے مسلمانوں کا عام شیوہ ہے کوٹھی کسی اور کو دے دی۔

والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

DYCB یہاں کتابوں میں نکل آئی ہے البرٹ وہاں تلاش کرو یہاں نہیں ہے۔صبح خط لکھ چکا ہوں۔امتیاز کے لیے دوائی کل بذریعہ پارسل روانہ ہوگئی۔

محمد اقبال

لاہور

۲۹/اگست ۱۹۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط مل گیا ہے۔الحمد للہ کہ خیریت ہے۔بھائی صاحب کا خط بھی آیا تھا۔وہ اتوار کے روز وہاں سے چلیں گئے۔غالباً میں بھی اسی روز چلوں گا یا ایک روز بعد پانچ چھ ستمبر لاہور کی نیم شب گاڑی کا تعلق وزیر آباد سے سیالکوٹ جانے والی گاڑی کے ساتھ ہو جائے گا۔والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور

۳ ستمبر ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخورداد اعجاز طال عمرہ

ملفوف خط سٹیشن ماسٹر سیالکوٹ کے نام ہے میں نے یہاں لاہور کے سٹیشن سے تمام حالات دریافت کر کے لکھا ہے۔ یہاں سے یہ ہدایت ہوئی ہے کہ اس مضمون کا خط سٹیشن ماسٹر سیالکوٹ کے نام لکھا جائے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ صبح ۳۰ ستمبر کو آپ وہاں سے چلیں۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

مٹکاف ہاؤس دہلی

۳ مارچ ۱۹۲۰ء

مائی ڈیر اعجاز

ابھی ابھی میں تمہیں ایک خط لکھ چکا ہوں جس میں میں نے لاہور میں اپنی آمد کی امکانی تاریخ سے تمہیں آگاہ کیا تھا۔ یہ خط حوالہ ڈاک کرنے کے معاً بعد لاہور سے جناب جلال الدین بیرسٹر ایٹ لا کا خط ملا ہے جس میں انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ PROBATE CASE کے سلسلے میں دہلی ٹھہروں۔ شفقت کے ساتھ

محمد اقبال

(خطوط اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا تار ابھی ملا ہے۔ آج اتوار ہے کل کے مقدمات کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا میں منگل کے روز سیالکوٹ آؤں گا خدا تعالیٰ جلد فضل کرے۔ مجھے سخت تردّد ہو رہا ہے۔ اگر یہ کارڈ تم کو سوموار یا منگل کے روز صبح تم کو مل جائے اور بھائی صاحب کی حالت بھی روبہ ترقی ہو تو مجھے بذریعہ تار مطلع کر دینا تا کہ اطمینان ہو جائے۔ باقی خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب۔

محمد اقبال

۱۷/۱۰/اکتوبر ۱۹۲۰ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور

۱۰ جنوری ۱۹۲۱ء

مائی ڈیر اعجاز

مجھے تمہارے دوست کی ان نظموں کے لیے درخواست قبول کرنے میں تامل ہے۔ جن کی تفصیل سردست دینا ضروری نہیں۔ مگر یہ سب اہم نظمیں ہیں اور میں پہلے ہی اپنی نظموں کا مجموعہ اشاعت کے لیے مرتب کر رہا ہوں۔

دعا گو

محمد اقبال

لاہور

(خطوط اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۱۰ جون ۲۱ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط مل گیا ہے۔نتیجہ جون کے آخر میں غالباً نکل جائے گا تم اس وقت تک انتظار کرو اور دیوانی اور فوجداری ضابطہ کا خوب مطالعہ کرو ۔ جولائی اور اگست لاہور رہ کر تھوڑا بہت کام سیکھ لو بعد میں تم کو کسی جگہ بھیجا جائے گا۔ بھائی صاحب کا خط بھی آیا تھا۔مضمون واحد ہے۔والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۷ اجنوری ۲۲ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط مل گیا ہے بہتر ہے تم کوشش کرو اور عرضی کی ضرورت ہے تو عرضی دے دو میں بھی جہاں تک ممکن ہوگا کوشش کروں گا۔انگریز ان دنوں میں صرف انہیں لوگوں کو ملازمت دیتے ہیں جنھوں نے زمانہ جنگ میں کوئی خدمات کی ہوں۔ بہر حال کوشش کرنا ضروری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط مل گیا ہے۔تم بے شک کوشش کرو۔مسٹر مارٹن اور ولز صاحب سے بھی سندات حاصل کرلواور جب وقت آئے تو ایک تحریری عرضی دینا جس میں تمہارے ابا جان کی خدمات کا بھی ذکر ہو۔وہ عرضی تم میرے پاس بھیج دینا میں اپنے سفارشی خط کے ساتھ ڈارلنگ صاحب کے پاس بھیجوں گا۔وہ میرے انگلستان کے زمانے کے واقف کار ہیں۔تم محنت کرتے جاؤ خواہ کام آئے نہ آئے کتابیں قانون کی پڑھتے رہو۔خاص کر پنجاب ریکارڈ ،جب کام آنا شروع ہوگا تو پڑھنے کی فرصت نہ ہوگی۔مگر گھبراؤ نہیں کام ضرور آئے گا۔والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض۔مولوی گرامی صاحب ان کو سلام کہتے ہیں۔

محمد اقبال

لاہور

۱۹ جنوری ۲۲ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۲۸ فروری ۲۲ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط مل گیا ہے۔الحمد للہ کہ گھر میں سب طرح سے خیریت ہے۔گذشتہ رات تمہاری پھوپھی کا انتظار رہا اب تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ بدل گیا ہے۔میرا فضل علی کا خط میں نے دیکھ لیا ہے جو اس خط میں بند کر کے واپس کرتا ہوں تمہیں شاید اس کی ضرورت پڑے۔ڈارلنگ صاحب کی بیوی کا خط کل مجھے یا تھا انہوں نے ۵ فروری (اتوار) کو مجھے لنچ پر بلایا ہے۔باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔اپنے ابا جان سے میرا اسلام کہنا۔والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز احمد طال عمرہ

بھائی صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو ۱۱ روز میں دو دفعہ اختلاج قلب کی شکایت ہوئی۔میرا خیال ہے کہ شاید اس کا باعث بائی سیکل کی متواتر سواری ہے۔اس قسم کی شکایت مجھے بھی زمانہ طالب علمی میں تھی۔گھبرانا نہیں چاہیے۔اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔

محمد اقبال

لاہور

۱۲ مئی ۲۲ء

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۲۱ مئی ۲۲ء

عزیزم اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط ملا الحمد للہ کہ کوئی خاص شکایت تم کو نہیں مجھے اس کا بڑا تردد ہو رہا تھا۔ کوئی فکر نہ کرنا اگر تم کام کر سکتے ہو تو کرو ورنہ کچھ پروا نہیں خر تمہارے ہاتھ میں ایک مفید پیشہ ہے جس سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ رزق انسان کا عمرو زید کے ہاتھوں میں نہیں خدا کے ہاتھ میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈارلنگ صاحب نے حال میں بیچارے منور کو موقوف کر دیا ہے اس کو انکم ٹیکس کلکٹر مقرر کیا گیا تھا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۸ جون ۲۲ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

بعد دعا کے واضح ہو مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ زندگی کی دوڑ میں داخل ہوتے ہی تمہیں خرابی صحت کا سامنا ہوا جس کی وجہ تم کو اپنے پروگرام میں تبدیلی کرنی پڑی۔ انشاء اللہ تمہاری صحت جلد اچھی ہو جائے گی۔ تم تسلی رکھو مجھے یقین ہے کہ زندگی میں ذرا سی باقاعدگی تمہاری صحت کو اچھا کر دے گی۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ اعجاز احمد کے نام

لاہور ۱۵ جون ۲۲ء

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط مل گیا ہے۔ امید ہے صحت جلد اچھی ہو جائے گی اور جو تکلیف تم کو پشاور جانے میں آ رہی ہے وہ بعد کی کامیابی سے نسیاً منسیاً ہو جائے گی۔ تلخ تجربات سے گھبرانا نہ چاہیے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض۔ والسلام

محمد اقبال

(شاعر اقبال نمبر ۱۹۸۸ء جلد اول)

شیخ اعجاز احمد کے نام

برخوردار اعجاز طال عمرہ

تمہارا خط مل گیا ہے۔ مجھے شیخ صاحب سے کوئی توقع نہ تھی اسی واسطے میں نے اُن کو خط لکھنے سے احتراز کیا تھا۔ اب یہ بات کہ ججان ہائی کورٹ خاص طور پر تمہارا رول منگوائیں بہت مشکل نظر آتی ہے کیونکہ اس کے لیے خاص وجوہ کی ضرورت ہے تاہم اس بات کی کوشش پورے طور پر کروں گا اور چیف جج صاحب سے تمام ضروری باتیں کہہ دوں گا۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال

لاہور

سردار ایم بی احمد کے نام

سیالکوٹ

۱۷اگست ۲۲ء

جرمنی سے متعلّق میری معلومات اب پرانی ہوچکی ہیں۔ تیرہ برس گذرے ہیں ہیں اس ملک میں تھا۔ اس کے بعد اس ملک کو تاریخ عالم کی ایک عظیم ترین جنگ سے دوچار ہونا پڑا۔ اور اس وقت وہ ملک دنیا کی معاشی تاریخ کے ایک عدیم المثالی مالی بحران میں مبتلا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جرمنی کی درس گاہوں میں بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہوچکی ہیں۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کا امتحان زبانی جرمن زبان میں ہوا جو میں نے دوران قیام میں تھوڑی بہت سیکھ لی تھی۔

آپ کا

محمد اقبال

(انوار اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۲ جون ۱۹۱۵ء

برادر مکرم۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا الحمدللہ کہ گھر میں سب طرح خیریت ہے پروفیسر طور یہاں بھی آئے تھے میں نے ان سے اعجاز کے متعلق دریافت کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اُس کا مذاق لٹریری ہے۔ عام طور پر وہ اُس ذہانت کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کا دماغ نہایت صاف و روشن ہے مگر جو نقص انہوں نے بیان کیے وہ بھی لکھتا ہوں۔

۱۔ طرز تحریر انگریزی میں اچھا ہے مگر الفاظ بہت نہیں جانتا اور ہجا عموماً غلط لکھتا ہے۔

۲۔ ریاضی میں کمزور ہے یہاں تک کہ ایف اے میں اس مضمون میں پاس ہو جائے تو غنیمت ہے۔

۳۔ پھرتا بہت ہے۔ بیٹھنے سے اسے نفرت معلوم ہوتی ہے۔

میرے خیال میں نقص نمبر ۳ پہلے دو نقصوں کا ذمہ دار ہے اگر بیٹھنے کی عادت ہوگئی۔ تو پڑھنے کی عادت بھی پیدا ہوگئی اور اگر پڑھنے کی عادت ہوگئی تو الفاظ بھی بہت سے آ جائیں گے اور ہجے بھی صحیح ہو جائیں گے۔ ہجا درست کرنے کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ کثرت سے مطالعہ ہو اور ہر لفظ جو نہ آتا ہو اور کے معانی ڈکشنری میں دیکھے جائیں۔ اور اس کا ہجا ذہن نشین کیا جائے۔ جو شخص ایک اجنبی زبان سیکھتا ہے اور ڈکشنری دیکھنے میں سُستی کرتا ہے وہ کبھی اس زبان کو سیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کو کم از کم چار گھنٹہ روز علاوہ کالج کے اوقات کے پڑھنا چاہیے۔ انگریزی ناول پڑھنا مفید ہے کہ دلچسپی کی دلچسپی ہے اور زبان بھی سیکھی جاتی ہے۔ ریاضی کی طرف ابھی سے خاص توجہ چاہیے ورنہ امتحان میں کامیابی موہوم ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۵ اپریل ۱۹ء

برادر مکرم السلام علیکم۔ الحمد للہ کہ آپ مع الخیر سیالکوٹ پہنچ گئے۔ میں نے آپ کو تین چار روز ہوئے خط لکھا تھا جواب نہ آنے سے تردد تھا۔ ڈاک اور ریل کا نظام درست نہیں۔ اس واسطے خطوط نہیں پہنچتے۔ کل والد مکرم کی خدمت میں کارڈ لکھا تھا امید ہے پہنچا ہوگا لیکن گوجرانوالہ میں سنا ہے کہ فساد ہوگیا ہے اور کوئی پُل توڑ دیا گیا ہے اس واسطے ممکن ہے کہ ڈاک میں تعویق ہوجائے۔ مجھے آج ایک مقدمے کے لیے پٹیالے جانا تھا۔ ریل کا انتظام مخدوش ہونے کی وجہ سے نہیں جاسکا۔ کل وہاں تار دے دیا تھا کہ ٹکٹ نہ ملتے تھے۔ غرضیکہ بڑی گڑ بڑ ہے۔ ہر طرف سے وحشت ناک خبریں آرہی ہیں۔ لاہور میں آج چھ روز سے ہڑتال ہے پہلے تو کچھ فساد ہوا اور چند لوگ مارے گئے مگر اب شہر میں بالکل خموشی ہے اور لوگ دکانیں نہیں کھولتے اپنی ضد پر قائم۔ غالباً آج یا کل اگر یہی حالت رہی تو شہر فوجی قبضے میں دے دیا جائے گا۔ مجمع اب نہیں ہوتا۔ اعجاز کو میں نے پہلے سے منع کر دیا تھا اور کل پیغام بھی بھیجا تھا کہ وہ یہاں آجائے اور مطالعہ کرے کہ بورڈنگ میں اسے تکلیف ہوتی ہوگی مگر وہ کہتا ہے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ آج میں نے آپ کا خط اس کو دکھانے کو بھیجا ہے۔ اوّل تو یہاں آجائے گا ورنہ سیالکوٹ چلائے گا۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے کوئی تردد کی بات نہیں ہے آپ مطمئن رہیں۔ جب تک پورا اطمینان نہ ہوجائے کہ ریل کا انتظام درست ہے آپ لاہور کی طرف نہ آئیں کیونکہ تکلیف کا احتمال ہے۔ پرسوں رات امرتسر میں پھر شدید فساد ہوا ہے بہت سے ریلوے اسٹیشنوں کو آگ لگا دی گئی ہے۔ خدا رحم کرے۔ میں تو

آپ کو خط لکھنے والا تھا کہ ملازمت چھوڑ کر گھر آ جایئے جو کچھ تھوڑا بہت پاس ہے اس پر مل جل کر گزارہ کر لیں گئے۔ پشاور کی تبدیلی کے موقع پر بھی میں نے آپ کو خط لکھا تھا کہ جہاں آپ ہیں وہیں رہیے۔ اس طرف نہ جایئے اس وقت نظام عالم کا مطلع نہایت غبار آلود ہے اور معلوم نہیں کیا واقعات ظہور پذیر ہوں گئے۔ دمکر د دمکر اللہ واللہ خیر الما کرین۔

لاہور میں بالکل خموشی ہے اور کسی قسم کا فساد نہیں ہے۔ مطمئن رہیے۔ والد مکرم کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور

۲۵ دسمبر ۱۹ء

برادر مکرم۔ السلام علیکم

فقیر صاحب کی برات کے ہمراہ میں نہیں گیا۔ اس واسطے کہ اس روز بہت بارش اور سردی تھی۔ اندیشہ تھا کہ اس سے کوئی تکلیف نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ ٹرینوں کا رش سفر ممکن نہ تھا۔ ریزرو گاڑی شاید ان کو نہ مل سکی۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا پوسٹ کارڈ ملا الحمدللہ کہ گھر میں سب طرح خیریت ہے۔ یہاں پر خدا کے فضل سے خیریت ہے سردی چند روز خوب زور پر رہی۔ بارش بھی بہت ہوئی مگر اب آسمان صاف اور سردی بھی بہت کم ہو گئی ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔ والسلام

بچوں کو دعا

محمد اقبال، لاہور

۱۶ فروری ۱۹۲۰ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۶ مارچ ۱۹۲۰ء

برادر مکرم السلام علیکم

میں آج مع الخیر واپس آ گیا ہوں امید ہے کہ گھر میں ہر طرح خیریت ہوگی۔ آپ کا ۲۵ فروری کا لکھا ہوا خط مل گیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ آفتاب کو آپ نے خط لکھا ہوگا۔ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ حافظ صاحب سے اس بارے میں خط و کتابت کی جاتی۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان کی لڑکی کا حق مہر ادا کرنے کو تیار ہوں۔ اپنے ذمے ماہواری رقم رکھنی ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ مختصر طور پر میرا ارادہ یہ ہے (۱) اگر وہ حق مہر لینا چاہے تو پھر شرعی طور پر قطع تعلق ہو جائے (۲) اگر وہ ایسا کرنا ناپسند کرے تو میں اسے تیس روپے ماہوار جب تک میں زندہ ہوں دے دیا کروں گا جتنا عرصہ وہ اپنے والدین کے ہاں رہی ہے اس کے الاؤنس کی وہ مستحق نہ ہوگی کیونکہ وہ خود چلی گئی تھی۔

میرے خیال میں یہ معاملہ کسی تیسرے آدمی کی وساطت سے طے ہونا چاہیے۔ والسلام

والد مکرم کی خدمت میں آداب

محمد اقبال

(شاعر۔ اقبال نمبر ۱۹۸۸ء جلد اوّل)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۷ اپریل ۲۰ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا والا نامہ مل گیا ہے الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ میری بھی ذاتی رائے یہی یہی ہے کہ سیالکوٹ میں ہو تو بہتر ہے لیکن اگر سیالکوٹ میں موزوں جگہ نہ ملے تو مجبوراً کسی اور جگہ تلاش کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ سیالکوٹ کو مقدم سمجھنے سے غیر موزوں جگہ پر قناعت کی جائے۔ اس امر کے علاوہ آپ کو اور لڑکوں اور لڑکیوں کے بھی رشتے کرنے ہیں۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

الحمد للہ آپ کے ہاں بارش ہوگئی۔ یہاں ابھی بارش کا انتظار ہے۔ ابر تو آج خوب آیا تھا۔ مگر بخیل ثابت ہوا۔ البتہ گذشتہ رات آرام میں گزاری۔ اعجاز پہنچ گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کر دیں۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور

۸ جولائی ۲۰ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۳ نومبر ۲۰ء

برادر مکرم اسلام علیکم

والا نامہ مل گیا ہے۔ الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ حاجی شمس الدین کشمیر گئے ہوئے ہیں۔ ۱۰ نومبر کو آئیں گے اُن سے خط لکھواؤں گا اتنے عرصے میں آپ لڑکی کے متعلق زیادہ تحقیق کر لیں۔ گائے میں آپ کے لیے منٹگمری سے منگواؤں گا۔ اگر نہ آئی تو اپنی گائے بھیج دوں گا۔ ابھی اس کے بچہ دینے میں دو تین ماہ باقی ہیں بچہ دینے کے بعد ارسال کروں گا۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۳۰ دسمبر ۲۰ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے۔ الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ بہتر ہے آپ اپریل تک انتظار کریں بعد میں ضرورت ہوئی تو مختار کو یہاں کسی سکول میں داخل کرا دیا جائے گا۔ گو سکول لاہور کے بھی بہت خراب ہیں اور لڑکوں کی آوارگی کے ممد۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔ سردی کا بڑا زور ہے۔ بارش مطلق نہیں ہوئی۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۲۱ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط ملا الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ افسوس ہے آپ کو جھنگ جانے آنے کی ناحق تکلیف ہوئی۔ آپ کو اب اگر ملازمت کا خیال ہو بھی تو سوائے سیالکوٹ کے اور جگہ کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔ گائے نہ بچہ دیا ہے مگر کچھ بیمار ہوگئی ہے امید ہے دو چار روز تک اچھی ہو جائے گی۔ ڈاکٹر علاج کر رہے ہیں۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور کے ہندو کالجوں میں عدم تعاون کا زور ہو رہا ہے۔

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا والا نامہ مل گیا ہے الحمد للہ خیریت ہے۔ اس مردود نے مجھے تو خط لکھنے کی جرات نہیں کی۔ نہ معلوم والد مکرم کو کیوں خط لکھا۔ ہم کو تو اس کے ولایت جانے کی بھی اطلاع نہیں۔ حافظ صاحب کو اطلاع ہوگئی یا انہوں نے اسے خرچ اخراجات کا یقین دلایا ہوگا۔ اعجاز کی منگنی کے متعلّق آپ نے کچھ نہیں لکھا۔ اس کے کپڑوں کے لیے روپیہ بھیج دوں گا۔ والسلام

محمد اقبال

(شاعر اقبال نمبر ۱۹۸۸ء جلد اوّل)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا ہے الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ اعجاز امتحان کی تیاری میں مصروف ہے اور مجھے غیر معمولی مصروفیت گذشتہ دنوں میں رہی اس واسطے خط نہ لکھ سکا گو اس سے پہلے ایک کارڈ لکھا تھا جو امید ہے پہنچ گیا ہوگا۔ اعجاز کو ساٹھ روپے کپڑوں کے واسطے دے دیئے تھے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض۔ گھر میں سب بچوں کو سلام۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور

۳۰ مارچ ۱۹۲۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۳ اپریل ۲۱ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط پہنچا الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ اعجاز کے متعلّق یہ عرض ہے کہ اگر آپ یہ ارادہ مصمم کر چکے ہیں ہیں کہ سیالکوٹ کے باہر نہ جانا چاہیے تو یہ معاملہ جس کے متعلّق آپ نے لکھا ہے قابل غور ہے اور اگر آپ کا یہ ارادہ مصمم نہ ہو تو سیالکوٹ سے باہر بھی تلاش کرنی ضروری ہے مثلاً امرتسر، لاہور وغیرہ ہیں۔ چراغ دین کو میں جانتا ہوں وہ بھلا مانس آدمی ہے مگر اس کی اوقات کا انداز موزوں نہ تھا۔ ہاں لڑکیاں اس کی ضرور اچھی ہوں گئی۔ شاید اب اس نے افغانستان جانا چھوڑ دیا ہے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے الحمدللہ کہ سب طرح خیریت ہے۔ یہاں بھی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ اعجاز محنت کر رہا ہے امید ہے کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے رشتہ کے متعلق میں نے ایک دو جگہ لکھ رکھا ہے ابھی کوئی جواب نہیں آیا۔ کیا آپ نے بھی کوئی مزید جستجو کی؟

کچھ عرصہ ہوا میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھس کہ ایک ملازم کی ضرورت ہے اس کی تلاش کیجیے شاید سیالکوٹ سے کوئی معتبر آدمی مل جائے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ کل پٹیالے جاؤں گا۔ ۳۰ کو واپس پہنچوں گا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۲۷ اپریل ۱۹۲۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے۔ میں مع الخیر پٹیالے سے واپس آ گیا ہوں۔ ظاہر دین آج آپ کی خدمت میں روپیہ ارسال کرے گا۔ اس میں سے پندرہ روپیہ ہمشیرہ کو دے دیجیے والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔

محمد اقبال

لاہور

۲ مئی ۱۹۲۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا جس سے تردّد رفع ہوا خدا کا فضل ہے کہ والد مکرم بالکل صحت مند ہو گئے۔ اعجاز کا امتحان ابھی تین چار روز میں ختم ہو گا اس کے ہم دست تمام چیزیں ارسال خدمت ہوں گئی۔ سنا ہے بھائی کرم الٰہی اور فضل حق نے پ کے الیکشن کے معاملے میں بڑی مدد کی ہے۔

باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۹ مئی ۱۹۲۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا ہے الحمد للہ اب آپ کو بالکل آرام ہے۔ مجھے بھی تین چار روز کام رہا اور ایک شب ہلکا سا بخار بھی ہو گیا۔ خدا کے فضل و کرم سے آرام ہے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ بارش بالکل نہیں ہوئی۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کیجیے گا۔

محمد اقبال

لاہور

۱۷ جولائی ۲۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا الحمدللہ کہ خیریت ہے۔شاہ صاحب کا خط بھی آیا تھا وہ بھی خیریت سے ہیں۔ بہت بہتر ہے اعجاز کو روپیہ دے دیا جائے گا اطمینان فرمائیں۔ اسرار خودی پر انگلستان اور امریکہ کے اخباروں میں ریویو عجیب وغریب شائع ہو رہے ہیں۔دیکھیں جرمنی اور دیگر ممالک اس کی نسبت کیا خیال کرتے ہیں۔والسلام

محمد اقبال

لاہور

۲۱ جولائی ۱۹۲۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۲۱ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا ہے الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ امرتسر سے بھی جواب آیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ چار پانچ روز کے بعد مفصل حالات لکھے جائیں گے۔ سو مفصل حالات آنے پر آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ اگر اعجاز آپ کی رائے سے اتفاق کر گیا تو بہتر ورنہ امرتسر جنبانی رکھی جائے گی۔ ملک محمد دین صاحب نے ابھی تک خط کا جواب نہیں دیا معلوم ہوتا ہے وہ کرنال میں نہیں ہیں۔ آج میں نے ان کو بھی خط لکھا ہے۔ گذشتہ رات لاہور میں بہت سی گرفتاریاں ہوئیں اور کلکتہ میں تو معلوم ہوتا ہے قیامت برپا ہے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۳ جون ۲۲ء

برادر مکرم السلام علیکم

کل ایک خط خدمت شریف میں روانہ کر چکا ہوں۔

کچھ عرصہ ہوا فتاب کی ماں نے مجھ کو خط لکھا تھا کہ پانچ سال کی تنخواہ مجھ کو پیشگی دے دی جائے مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا آج اس کا خط کئی دنوں کے بعد آیا ہے وہ لکھتی ہے کہ اگر مجھے پیشگی روپیہ نہیں دے سکتے تو میرا حق مہر دے دیا جائے۔ والد مکرم کو بھی یہ خط سنا دیجیے۔ باقی خیریت ہے۔

آج امتیاز بھی آ گیا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(شاعر اقبال نمبر ۱۹۸۸ء۔ جلد اوّل)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۰ جولائی ۲۲ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا تھا اور والد مکرم کی خیریت ذکی شاہ سے بھی معلوم ہو گئی تھی الحمد علیٰ ذلک۔ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے پھوڑے کی طرف جلد توجہ کر دی ورنہ ممکن ہے زیادہ تکلیف ان کو ہوتی۔ ذکی شاہ کے ہم دست آم آپ کو بھیج چکا ہوں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۲۶ جولائی ۲۲ء

اُمید ہے اعجاز بخیریت گھر پہنچ گیا ہوگا۔افسوس ہے کہ آم کی ایک ٹوکری گاڑی چلے جانے کے بعد اسٹیشن سے ملی اگر چند منٹ پہلے مل جاتی تو اعجاز کے ہمدست بھیج دی جاتی۔ باقی خدا کے فضل وکرم سے خیریت ہے۔والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔امید ہے اُن کا پھوڑا اچھا ہوگیا ہوگا۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۲۸ ستمبر ۲۲ء

برادر مکرم السلام علیکم

اعجاز کے خط سے معلوم ہوا کہ مسہل کے بعد بخار رک گیا ہے۔الحمد للہ میں آپ کے لیے دعا کر رہا ہوں انشاء اللہ آپ کی صحت ضرور اچھی ہو جائے گی۔میں نے جو نسخہ آپ کو بتایا تھا اس پر ضرور روزانہ عمل کیجیے۔باقی خدا کا فضل وکرم ہے جو واقعات رونما ہوئے ہیں انہوں نے قرآنی حقائق پر مہر لگا دی ہے کہ حقیقت میں کوئی کمزور یا طاقتور نہیں جس کو اللہ چاہتا ہے طاقتور بنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے آن کی آن میں تباہ کر دیتا ہے۔والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۳ جولائی ۲۴ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ بہت بہتر ہے آپ اعجاز کا نام بھیجوا دیجیے میں چیف جج صاحب سے اس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ اس کو چند ماہ کا عرصہ ہو گیا۔ مگر بعد میں میں خود بعض وجوہ سے خاموش رہا۔ شہر میں بخار اور نزلہ کے کوئی کوئی کیس ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فضل و کرم کرے میں غالباً ابتدائے اگست میں شملہ جاؤں گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۳۰ جولائی ۲۴ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط کل مل گیا تھا۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ اعجاز کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ شیخ رحیم بخش صاحب کو خط لکھوایا جائے۔ میری رائے میں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اعجاز نے بھی مجھے خط لکھا تھا کہ ان کو لکھوں مگر میں خاموش رہا۔ آفیشل اعتبار سے بھی رحیم بخش صاحب کو لکھنا یا لکھانا ٹھیک نہیں اس کے متعلق فی الحال قواعد سخت ہیں۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۲ ستمبر ۲۴ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے۔ اعجاز کا خط بھی پہنچا ہے مجھے منشی رحیم بخش صاحب سے زیادہ توقع نہ تھی اسی واسطے میں ان کو خط نہ لکھنا چاہتا تھا۔ مگر خیر اُن کی سفارشات کا بھی جان ہائی کورٹ پر کوئی ایسا اثر نہیں ہے۔ اعجاز کو گھبرانا نہ چاہیے اور مواقع نکل آئیں گے۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۸ اکتوبر ۲۴ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا خط اور پوسٹ کارڈ دونوں مل گئے ہیں۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ لدھیانے سے بھی خط آیا تھا۔ وہاں بھی خیریت ہے۔ انشاء اللہ کوئی نہ کوئی انتظام بہاولپور یا کوئی اور ایسی ہی تجویز کروں گا۔ آئندہ جو اللہ کو منظور ہے۔ آپ اطمینان کریں۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں داب عرض کریں۔ بچوں کو دعا۔

امید ہے جاوید کی ماں اب اچھی ہوگئی۔

محمد اقبال

(اقبال نامہ)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۲۲ اکتوبر ۲۴ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ ابھی موصول ہوا ہے۔ کل میں آپ کی خدمت میں تار دے چکا ہوں۔ تقدیر الٰہی کا مقابلہ تقدیر انسانی سے نہیں ہو سکتا۔ مرحومہ کی موت کا منظر نہایت درد انگیز تھا۔ خدا تعالیٰ اس کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ خدا کے فضل کی دعا کیجیے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۲۷ اکتوبر ۲۴ء

برادر مکرم السلام علیکم

میں بخیریت لدھیانے سے پرسوں مع اعجاز کے آ گیا تھا۔ ماتم پُرسی کرنے والوں کو تانتا بندھا ہوا ہے۔ اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔ طبیعت نہایت پریشان ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔ اُمید ہے جاوید اور اس کی والدہ دونوں اچھے ہوں گے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ اعجاز کا رول بلا لیا جائے گا۔ باقی جو مرحلہ زیادہ سخت ہے بعد میں آئے گا۔ اس کے لیے بھی انشاءاللہ کوشش کروں گا۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۵ نومبر ۲۴ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا پوسٹ کارڈ ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ اگر جاوید اور اُس کی والدہ تندرست ہیں تو بہتر ہے ۱۰ نومبر تک آ جائیں۔ لیکن اگر کوئی احتمال ابھی باقی ہے تو وہیں قیام کریں۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض ہو۔

والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۷ فروری ۲۵ء

برادر مکرم السلام علیکم

میں اب خدا کے فضل و کرم سے اچھا ہوں۔ مختار کے متعلق آپ کا خط مل گیا تھا۔ میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اسے غلط آ گاہی ملی تھی۔ آئندہ سال اس کے لیے انشاء اللہ کوشش کی جائے گی۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ عطا محمد کے نام

لاہور ۱۵ اکتوبر ۲۵ء

برادر مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا ہے۔ جس سے بہت اطمینان ہوا۔ الحمد للہ علی ذلک جاوید اب بالکل تندرست ہے۔ آج پورے ایک سال کا ہو گیا ہے۔ اس کی والدہ آج قربانی دینے میں مصروف ہے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں آداب عرض کریں۔

محمد اقبال

(خطوط اقبال)

کریم بی بی کے نام

لاہور

۸ دسمبر ۱۹ء

ہمشیرہ خط مل گیا ہے۔ الحمدللہ کہ گھر میں سب طرح خیریت ہے۔ اس وقت واقعی وہی حالت دنیائے اسلام کی ہے جو تم کو خواب میں دکھائی گئی اور والد مکرم نے جو نتیجہ نکالا وہ بھی خدا کے فضل و کرم سے صحیح ہے اور میرا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نئی زندگی عطا فرمائے گا اور جس قوم نے دین کی حفاظت کی ہے اس کو ذلیل اور رسوا نہ کرے گا۔ مسلمان کی بہترین تلوار دعا ہے اسی سے کام لینا چاہیے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والد مکرم کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت آداب عرض کریں۔ بھائی صاحب کی علالت کے متعلّق تم نے کچھ نہیں لکھا۔ امید ہے کہ اُن کا مزاج بخیر ہوگا۔ اعجاز کے ہم دست مرچ تمبا کو اور دوائی بھیجی جائے گی۔ ڈاکٹر علی تقی کہتے تھے کہ پھوڑوں پر جونک نہ لگوانی چاہیے جو دوا وہ ارسال کریں گئے وہ خون کے لیے بھی مفید ہوگی۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور ۹ جون ۱۹۱۸ء

قبلہ وکعبہ من السلام علیکم آپ کا خط جو اعجاز کی چچی کے نام آیا ہے میں نے دیکھا ہے اور اس نے اس خط کا مضمون بھی مجھے سنایا ہے جو اس نے آپ کی خدمت میں تحریر کیا تھا۔ یہ اس کے دل کی وسعت اور فراخ حوصلگی کی دلیل ہے مگر یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ میں اس کا زیور لے کر آیا ایک لڑکے کی تعلیم پر صرف کر دوں جس سے نہ اسے کچھ توقع ہو سکتی ہے نہ مجھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنا زیور اس خیال سے نہیں دیتی کہ کل کو اسے اس کا معاوضہ ملے گا بلکہ وہ محض اس غرض سے دیتی ہے کہ مجھ پر کوئی شخص حرف گیری نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص مجھ پر حرف گیری کرے تو اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ وہ شخص مجھ سے ناخوش ہے۔ برخلاف اس کے ناانصافی میں خدا اور رسول ﷺ کی ناخوشی ہے جس کا برداشت کرنا میری طاقت سے باہر ہے میں اور لوگوں کی حرف گیری آسانی سے برداشت کر سکتا ہوں خدا اور رسول ﷺ کی ناراضگی سے میرا دل کانپتا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ گذشتہ دس سال کے عرصے میں بیس پچیس ہزار میرے ہاتھوں میں آیا ہے مگر یہ سب اپنے اپنے موقع پر مناسب طور پر خرچ ہوا جس کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ تاہم اس وقت تک میں ایک عمدہ مکان کرائے پر نہیں لے سکا نہ مکان کے لیے فرنیچر اور ساز و سامان خرید سکا ہوں۔

نہ عمدہ گاڑی گھوڑا خرید سکا ہوں۔ یہ سب لوازمات اس پیشے کے ہیں اب میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ جس طرح ہو سکے یہ لوازمات بہم پہنچائے جائیں اب حالات اس قسم کے

پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کا بہم پہنچانا لازم اور ضرور ہے میں نے اپنے دل میں عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر فضل کرے تو اپنی نظم ونثر سے کوئی مالی فائدہ نہ اٹھاؤں گا کہ یہ ایک خداداد قوت ہے جس میں میری محنت کو دخل نہیں۔خلق اللہ کی خدمت میں اسے صرف ہونا چاہیے۔مگر ضروریات سے مجبور ہو کر مجھے اس عہد کے خلاف کرنا پڑا۔

باقی رہے وہ لوگ جو مجھ سے مدد چاہتے ہیں۔افسوس ہے کہ وہ اسے احسان نہیں جانتے بلکہ قرض تصور کرتے ہیں۔میں نے ۳۵ روپیہ ماہوار اس کم بخت لڑکے کو دیئے تھے۔اور کالج کے اور لڑکوں سے اخراجات کے متعلق دریافت کر کے یہ رقم مقرر کی رھی۔مگر آج تک ہر شخص کے پاس یہی رونا رویا جاتا ہے کہ خرچ ناکافی ملتا ہے ان کی مدد دینا نہ دینا برابر ہے۔شیخ گلاب دین صاحب کو بھی اس نے خط لکھا تھا۔مگر انہوں نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ حالات مجھے معلوم ہیں اس واسطے میں ڈاکٹر صاحب سے اس بارے میں گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔گذشتہ سالوں میں بھی وہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے۔اگر آپ کے پاس ان کا بیان کروں تو آپ کو سخت تکلیف ہو گئی لہٰذا اس تکلیف دہ داستان کو نظر انداز کرتا ہوں۔

مگر باوجود ان تمام باتوں کے میں اسے مدد دیتا مگر اس وقت مشکلات کا سامنا ہے جنگ کی وجہ سے آمدنیاں قلیل ہو گئی ہیں اور یہ شکایت کچھ مجھی کو نہیں اوروں کو بھی ہے اور وہ پچاس روپیہ ماہوار اس طرح مانگتے ہیں جیسے میں مقروض ہوں اور وہ قرض خواہ۔

میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ کہیں ملازمت کرلے اور کچھ کمانے کے قابل ہو جائے کہ بی اے کے امتحان کی اب وہ وقعت نہیں رہی جو پہلے تھی۔میں نے تجربے سے دیکھا ہے کہ جو لڑکے انٹرنس یا ایف اے پاس کر کے ملازمت کرتے ہیں وہ بی اے ایم اے پاس کرنے والوں سے بہتر رہتے ہیں۔مگر اس نے اس مشورے پر عمل نہیں کیا اور کالج میں داخل ہونے کے لیے دہلی چلا گیا۔پھر بھی مجھے کچھ اعتراض نہیں۔

آپ نے جو کچھ اسے خط میں لکھا ہے بالکل ٹھیک ہے یہی بات میرے دل میں بھی تھی۔اور یہ اس کے خط کا بہترین جواب ہے۔بہتر ہے کہ اس کی والدہ اپنے نقرئی وطلائی سرمائے اس کی تعلیم پر خرچ کرے کم از کم اس کا وہ حصّہ خرچ کردے جو اس نے میرے ماں باپ سے لیا ہے اپنے ماں باپ کا خرچ نہ کرے اور اگر کچھ عرصے بعد میرے ہاتھ میں روپیہ آ گیا تو میں اسے ایک مشت بارہ سو روپیہ دے دوں گا۔باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔اپنی خیریت سے اطلاع دیں۔

محمد اقبال

لاہور

(عکس)

شاعر اقبال نمبر ۱۹۸۸ء

شیخ نور محمد کے نام

لاہور ۱۲ دسمبر ۱۸ء

قبلہ و کعبہ ام

السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا الحمد للہ کہ خیریت ہے۔کل ایک کارڈ لکھ چکا ہوں امید کہ ملاحظہ عالی سے گذرا ہو گا۔

مجھے تو دہلی سے کبھی کوئی خط نہیں آیا اور نہ کسی پروفیسر نے مجھے اس کی بابت لکھا ہے۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ کم بخت دہلی سے مالیر کوٹلہ گیا یا نہ گیا۔ میں نے سنا تھا کہ حافظ صاحب ملازمت چھوڑ کر گجرات چلے گئے ہیں اور اب گجرات میں ہیں مگر یقیناً یہ خبر بھی معلوم نہیں میرے خیال میں آپ اسے خط لکھیں اور تسلی دے دیں کہ بیماری سے گھبرانا نہ چاہیے اور نہ موت سے ڈرنا چاہیے اور شاید یہ اس کے لیے بہتر ہو کہ اپنے علاج کے لیے چند روز کے لیے گجرات چلا جائے۔اچھا ہو جائے تو پھر کالج میں چلا جائے۔باقی رہا قصور اس کا یا اس کی والدہ کا سو میرے نزدیک کسی کا نہیں۔امر الٰہی ہر طرح ہو جاتا ہے قطع تعلّق جو میں نے ان لوگوں سے کیا ہے اس کا مقصد سزا نہیں ہے اور نہ میں ان سے کوئی انتقام لینا چاہتا ہوں۔جتنا میرا حصّہ موجودہ صورت کے پیدا کرنے میں ہے اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ عقلمند آدمی ایک سوراخ سے دو دفعہ ڈنک نہیں کھاتا۔ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو بچانے اور اسے محفوظ رکھنے کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرے خواہ اس تدبیر کے اختیار کرنے میں کسی اور کو تکلیف ہی کیوں نہ ہو۔

اس کم بخت کو دوسرا موقع اپنی اصلاح کا مل گیا تھا بھائی صاحب نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اسی پہلے برتاؤ کا اس سے آغاز بھی کر دیا تھا مگر کم بخت نے پھر وہی شیوہ اختیار کر لیا اور میں نے سنا ہے کہ ہمشیرہ کریم بی بی کو اُس نے بہت دل آزار باتیں کہیں کہ عجب کہ اس کی موجودہ مصیبت اسی کی بددعا کا نتیجہ ہو میری رائے میں کریم بی بی سے اُسے معافی مانگنی چاہیے اور خدا کے حضور میں توبہ کرنی چاہیے۔ باقی خیریت ہے۔

محمد اقبال

لاہور

(عکس)

[شاعر اقبال نمبر ۱۹۸۸ء]

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ وکعبہ ام السلام علیکم

آپ کا کارڈ ابھی ملا ہے الحمد للہ کہ گھر میں سب طرح خیریت ہے۔میں دہلی ۲۸ فروری کو غالباً جاؤں گا اور وہاں سے دو چار روز بعد واپس آجاؤں گا۔آپ ابھی جاتے تو یہاں بھی میری عدم موجودگی میں رونق ہو جاتی۔اگر آپ تحریر فرمادیں تو میں اعجاز یا علی بخش کو سیالکوٹ بھیج دوں کہ آپ کو ہمراہ لے آئے اور اگر ماہ مارچ میں آنے کی صلاح ٹھہری تو مضائقہ نہیں اس وقت علی بخش یا اعجاز کو بھیج دیا جائے گا اعجاز تو امتحان میں مصروف ہوگا علی بخش کو بھیج دیا جائے گا۔باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔یہ سن کر خوشی ہوئی کہ بھاوج صاحبہ کو اب بالکل آرام ہے۔بھائی صاحب کا خط بھی آج آیا تھا وہ بھی بفضل خدا خیریت سے ہیں۔والسلام

محمد اقبال

لاہور

۲۲ فروری ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ وکعبہ

السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا ہے۔الحمدللہ کہ خیریت ہے۔اعجاز کل سیالکوٹ گیا ہے۔لاہور کے حالات اس نے مفصل بیان کیے ہوں گئے۔لاہور میں آج دو روز سے ہڑتال ہے۔دکانیں بند ہیں اور شہر میں قبرستان کی خموشی الحمدللہ کہ امرتسر وغیرہ کی طرح یہاں کوئی ایسا فساد نہیں ہوا۔ میں خدا کے فضل وکرم سے بمع اہل وعیال تندرست ہوں۔کل ایک مقدمہ کے لیے پیٹالہ جاؤں گا ۱۷ فروری کو وہاں سے واپس آجاؤں گا بھائی صاحب کو امید ہے رخصت مل جائے گئی اور اگر مل گئی تو امید ہے وہ کل یا پرسوں تک آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گئے۔باقی خیریت ہے۔بچوں کو دعا۔

والسلام

محمد اقبال

لاہور

۱۴ اپریل ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور

۳۰ اپریل ۱۹۱۹ء

قبلہ وکعبہ ام السلام علیکم

خدا کے فضل سے ہر طرح خیریت ہے۔ بھائی صاحب کا کارڈ ابھی آیا ہے وہاں بھی خدا کا فضل ہے۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی اپنی خیریت مزاج سے آگاہ فرمائیں کہ اب کیا کیفیت ہے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ وکعبہ السلام علیکم

پوسٹ کارڈ مل گیا ہے۔ بھائی صاحب کا خط آج ہی ملا ہے وہاں بھی خدا کے فضل و کرم سے سے خیریت ہے۔ الحمدللہ اب آپ کا مزاج بالکل ٹھیک ہے۔ موسم بھی غیر معمولی ہے۔ یہاں سب لوگ بفضل خیریت سے ہیں اور سب کی طرف آداب عرض ہے۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور ۵ مئی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور

۱۰ مئی ۱۹۱۹ء

قبلہ وکعبہ السلام علیکم

آج آپ کا کارڈ مل گیا ہے۔ الحمدللہ کہ سب طرف خیریت ہے۔ اعجاز امتحان دے رہا ہے۔ اس کے پرچوں کے متعلق لکھ چکا ہوں کہ اس وقت تک اس نے کام اچھا کیا ہے امید ہے کہ آپ کی دعا برکت دے کامیاب ہو جائے گا۔ بھائی صاحب کا تار آیا تھا خیریت سے ہیں۔ آج اُن کو بھی خط لکھا ہے۔ باقی خدا کا فضل ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ انصاف نہ کرے۔ کیونکہ ہم اس کے انصاف کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ البتہ وہ ہم پر اپنا فضل ورحم کرے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

لاہور

محمد اقبال

۱۰ مئی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

بھائی صاحب کے دو خط سات اور آٹھ تاریخ کے لکھے ہوئے مل گئے ہیں۔ میں نے آج صبح ان کو تار دیا تھا مگر تار دینے کے بعد ہی یہ خطوط مل گئے۔ الحمد للہ کہ وہ بہمہ نوع خیریت سے ہیں تردد رفع ہوگیا ہے امید ہے کہ آپ کو بھی ان کی خیریت کا خط مل گیا ہوگا۔ چونکہ سرکار انگریزی کی جنگ افغانستان سے شروع ہوگئی ہے اس واسطے خطوط کے ملنے میں دیر ہوئی امید ہے کہ اس صورت حال کا خاتمہ جلد ہوجائے گا۔ پھر اس قسم کی تعویق نہ ہوگی۔ میں نے اُن کو لکھا تھا کہ گرما کے مہینوں کے لیے رخصت لے لیویں مگر اب بوجہ جنگ چونکہ ان کا کام زیادہ ہوجائے گا۔ اس واسطے ان کو رخصت نہ مل سکے گی۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے اپنی خیریت سے مطلع کریں۔ اعجاز کا پہلا پرچہ آج ہوگیا ہے۔ اور اس نے یہ پرچہ اچھا کرلیا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۱۲ مئی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا تھا۔خدا کے فضل و کرم سے سب طرح خیریت ہے۔ بھائی صاحب کا تار بھی آیا ہے۔ یہ تار انہوں نے معلوم ہوتا ہے از خود دیا ہے۔میرے تار کا جواب نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ میں نے بھی ان کو تار دیا تھا۔ بہر حال خدا کے فضل و کرم سے وہاں پر سب طرح خیریت ہے امید ہے کہ اس جنگ کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ سرکار انگریزی کی قوت کے مقابلے میں افغان کچھ نہیں کر سکتے۔ دیگر خیریت ہے۔ اعجاز کا انگریزی امتحان ہو گیا ہے۔ اب تاریخ کا امتحان ہے۔ اس کے بعد اُس کو آٹھ روز کی فرصت ہوگئی۔ میں نے اسے کہا تھا کہ وہ یہاں آ جائے مگر وہ بورڈنگ میں رہنا پسند کرتا ہے۔ وہاں بھی بورڈنگ ہر طرح محفوظ ہے۔کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ امید ہے کہ غلام نبی کا خط بھی آ گیا ہوگا۔ والسلام۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور

۱۴ مئی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام ۔ السلام علیکم

خدا کے فضل و کرم سے ہر طرح خیریت ہے۔ آپ کا کارڈ مل گیا ہے۔ بھائی صاحب کا تار بھی پرسوں آیا تھا۔ وہ بھی خیریت سے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی دعا سے امتحان میں کامیاب ہو جائے گا۔ آیہ کریمہ کا ورد شروع ہے۔ ہمشیرہ بھی چند گھنٹوں کے لیے لاہور ٹھہری تھی۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۱۹ مئی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام ۔السلام علیکم

کارڈ مل گیا ہے الحمد للہ کہ گھر میں سب طرح خیریت ہے۔ بھائی صاحب کا بھی خط آیا تھا۔ وہاں بھی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۲۹ مئی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

کارڈ مل گیا الحمد للہ کہ گھر میں ہر طرح خیریت ہے۔ بھائی صاحب کے کل دو خطوط آئے تھے وہاں بھی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ ظفر کوئٹہ آیا ہوا ہے۔ امتحان میں پاس ہو گیا ہے۔ آئندہ کالج کی فکر کر رہا ہے۔ کل یہاں سے روانہ ہو کر نکل جائے گا۔ باقی خیریت ہے۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور

۷ جون ۱۹ء

اعجاز کا خط بھی مل گیا ہے۔

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور

۹ جون ۱۹۱۹ء

قبلہ وکعبہ ام السلام علیکم

آپ کا کارڈ ابھی الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ یہاں بھی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ میں امتحان کے پرچوں میں مصروف رہا اور اب تک ہوں اس واسطے خط لکھنے میں توقف ہوا انشاء اللہ جون کے آخر سب کاموں سے فراغت ہو جائے گی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ امید ہے جون کے آخر پرچے بھی ختم ہو جائیں گے اور ریل کے سفر کی مشکلات بھی کم ہو جائیں گی۔ ظفر چلا گیا ہے میں نے اس کو یہی مشورہ دیا تھا کہ کتابیں ابھی نہ خرید اکرے۔ پہلے نکل جائے گا۔ وہاں سے سیالکوٹ آئے گا۔ اس کا ارادہ ہے کہ لاہور اسلامیہ کالج میں داخل ہو ابھی دو ماہ باقی ہیں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۹ جون ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام۔ السلام علیکم

کئی دن ہوئے خط لکھا تھا امید ہے پونچکر ملاحظہ عالی سے گزرا ہوگا۔ اعجاز کے نام بھی خط لکھا تھا۔ مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ یہاں پر خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ آپ اپنی خیریت مزاج سے آگاہ کریں۔ بھائی صاحب کے خطوط بھی آتے جاتے ہیں وہ بھی بفضل خیریت سے ہیں۔ گرمی کا سخت زور ہے۔ بارش کے آثار نہیں ایسے زور سے لاہور میں آج تک گرمی نہیں ہوئی۔ باقی خیریت ہے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۱۷ جون ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور

۲۰ جون ۱۹۱۹ء

قبلہ و کعبہ ام۔ السلام علیکم

آپ کا پوسٹ کارڈ ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ گھر میں سب طرح خیریت ہے۔ بھائی صاحب کا خط بھی آیا تھا۔ وہ بھی خیریت سے ہیں۔ اب تو صلح کے انتظام ہو رہے ہیں امید ہے سفر کی مشکلات کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔ چند روز تک شاید مزید گاڑیاں کھل جائیں۔ یہ بھی خیال ہے کہ جولائی کے مہینے میں تو میں نے چھٹی کر لی آگے دو ماہ کے لیے کچہری چھٹی کر دے گئی۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ بچوں کو دعا۔

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام ۔ السلوم علیکم

آپ کا خط مل گیا ہے الحمد للہ کہ خیر یت ہے ۔ بھائی صاحب کا خط بھی آیا ہے وہاں بھی خدا کا فضل ہے ۔ یہ خدا تعالی نے اچھا سبب بنا دیا ہے ۔ بھائی صاحب کی خیر خیر یت ہر دوسرے تیسرے روز مل جاتی ہے ۔ اعجاز برات پر آیا تھا اور مجھ سے بھی ملا تھا ۔ اب وہ گھر پہنچ گیا ہے ۔ انشاء اللہ میں ۲۹ جولائی کو حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہوں ۔ موٹر منگوا لیا جائے گا ۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیر یت ہے ۔ بچوں کو دعا ۔

محمد اقبال

لاہور

۱۰ جولائی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم۔

اعجاز کے امتحان کا نتیجہ کل شام نکل گیا۔ پاس ہوگیا ہے۔ آپ کو اور بھاوج صاحبہ کو مبارک ہو۔ اب اس کو یہ سوچنا چاہیے کہ ایم اے میں داخل ہو یا قانون کے امتحان میں ایل ایل بی میں داخل ہو۔ وکیل کا کام اگر بہت نہ بھی چلے تو دو ڈھائی سو روپے ماہوار کما لیتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۱۶ جولائی ۱۹ء

(خطوط اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم۔

پیٹالہ کے مقدمے سے فارغ ہو کر میں آج صبح واپس آ گیا ہوں۔ مقدمہ میں بھی کامیابی ہوئی۔ یہ وہاں کے ایک پیرزادہ خاندان کا مقدمہ تھا جو تمام ریاست میں مشہور تھا۔ اب ۲۸ جولائی کو لاہور میں ایک مقدمہ ہے۔ اس سے فارغ ہو کر انشاء اللہ ۳۰ جولائی کو حاضر خدمت ہونے کا قصد ہے۔ اعجاز ۳۰ کو یہاں موٹر لے آئے گا۔ مگر تار بھی دوں گا۔ میر اتار ملنے پر موٹر لائے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۲۶ جولائی ۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور

۳۰ جولائی ۱۹۱ء

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

آپ کا کارڈ مل گیا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ یہاں بھی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ بھائی صاحب کا خط بھی آیا تھا وہ بھی خیریت سے ہیں۔ بارش یہاں پر بھی ہوئی ہے۔ ہوا کا سوز کم ہو گیا ہے اور وہ تپش نہیں رہی۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۳۰ جولائی ۱۹۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا تھا لیکن آپ کی علالت طبع تردّد ہے۔ اعجاز کا خط بھی آیا تھا میں نے اسے لکھا ہے کہ آپ کی خیریت سے آگاہ کرے۔ گاڑی کا انتظام ہو جائے گا آج باقاعدہ درخواست کروں گا امید ہے کہ تین دن میں گاڑی مل گئی پھر میں انشاء اللہ حاضر خدمت ہوں گا اور سب کو ہمراہ لاؤں گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت سے آگاہ فرمائیے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

۲۶/اگست ۱۹۱ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ وکعبہ ام السلام علیکم

کئی دن ہوئے ایک خط غلام محمد کے لڑکے کے بارے میں آپ کی خدمت میں لکھا تھا۔ جس کا مفہوم اعجاز کہتا ہے کہ میں نے اسے سمجھا دیا تھا۔ آج میر ہدایت اللہ صاحب کا جواب آیا ہے جو میرا خیال تھا صحیح نکلا۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ لکھتے ہیں کہ کالج و اسکول کا داخلہ بند ہو چکا ہے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔

محمد اقبال

لاہور

۱۹ اکتوبر ۱۹۱۹ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور ۲۳ اپریل ۲۰ء

قبلہ وکعبہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

تقریباً چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ مجھے ایک گمنام خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ نبی کریم کے دربار میں تمہاری ایک خاص جگہ ہے جس کا تو کچھ علم نہیں اگر تم فلاں وظیفہ پڑھا کرو تو تم کو بھی اس کا علم ہو جائے گا۔ وہ وظیفہ خط میں درج تھا۔ میں نے اس خیال سے وہ گم نام تھا اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اب وہ خط میرے پاس نہیں ہے معلوم نہیں ردی میں مل ملا کر کہاں چلا گیا۔ بھائی صاحب کا خط مل گیا تھا۔ کل پرسوں سے امتحانات کے پرچے آئیں گے۔ ان کو ختم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور ۳ جون ۲۰ء

قبلہ و کعبہ السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ملا۔ الحمد للہ کہ آپ کی صحت اچھی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ دیر تک آپ کا سایہ ہمارے سر پر رکھے گا۔ بھائی صاحب نے اس سے پہلے کسی خط میں آپ کے انتظام خوراک وغیرہ کے بارے لکھا تھا۔ یہ طریق بہت اچھا ہے اور اسی کو دستور العمل بنانا چاہیے۔ میں نے یورپ کے مشہور حکیم کی کتاب میں دیکھا ہے کہ جو شخص ہر روز دہی کی لسی پیا کرے اُس کی عمر بڑھتی ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ خدا کا فضل ہے۔ غلام رسول بیمار تھا۔ کل میں نے اُس کی خیریت دریافت کرنے کے لیے فیروز پور تار دیا تھا مگر تا حال جواب نہیں آیا۔ آج کل تار بھی دیر میں پہنچتے ہیں۔ والسلام

محمد اقبال

لاہور

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

آپ کا پوسٹ کارڈ مل گیا تھا۔ الحمد للہ کہ سب خیریت ہے۔ امرتسر میں خوب رونق رہی۔ میں بھی دو روز جاتا رہا۔ شام کو واپس آ جایا کرتا تھا۔ امید ہے کہ بھائی صاحب کی طبیعت اب بالکل اچھی ہو گئی۔ والسلام

محمد اقبال

یکم دسمبر ۲۰ء

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور ۳ جنوری ۱۹۲۱ء

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

اعجاز کی زبانی آپ کا پیغام پہنچا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت اداس رہتی ہے۔ کئی سال ہوئے ہیں میں نے ایک کتاب یورپ میں خریدی تھی مگر آج تک اس کے پڑھنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ ان تعطیلوں میں اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کا آغاز اور اختتام یہ فقرہ ہے۔ ''میری کوئی چیز نہیں اور میرے لیے تمام اشیاء کا وجود عدم برابر ہے۔'' اسرار خودی کا ترجمہ انگریزی میں ہو گیا ہے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ جب یہ کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی تو یہاں کے صوفیا نے اس پر اعتراض کیا کہ کتاب کا مصنف مسلمانوں کو مغربی خیالات سکھاتا ہے اور ان کو فرنگیت کے رنگ میں رنگنا چاہتا ہے مغرب والے مترجم نے دیباچے میں یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب ایک زبردست آواز ہے جو مسلمانوں کو محمد ﷺ اور قرآن کی طرف بلاتی ہے اور اس آواز میں صداقت کی آگ ایسی ہے کہ ہم اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور ۵ مئی ۲۱ء

قبلہ و کعبہ السلام علیکم

آپ کا خط ملا الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ آپ کی علالت کی خبر معلوم کر کے تردّد ہوا بھائی صاحب کا خط بھی آیا تھا اس لیے بھی یہ خبر معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے۔ اعجاز امتحان دے رہا ہے امید ہے کامیاب ہو جائے گا آپ اس کے لیے دعا کیا کریں۔ رشتہ کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے بالکل مناسب ہے اگر سیالکوٹ میں موزوں رشتہ نہ ملے تو باہر جانا چاہیے ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔

باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

شیخ نور محمد کے نام

لاہور ۱۰ اگست ۲۴ء

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

اعجاز کا خط ابھی ملا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہمشیرہ کریم بی بی کے خط سے آپ کے دل پر بڑا اثر ہوا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ جلد سیالکوٹ آ جائے۔ مجھے آپ کی بے چینی کا حال پڑھ کر بہت رنج ہوا ہے۔ مگر میرا دل بھی اس خط سے ایسا ہی متاثر ہوا جیسا کہ آپ کا۔ میں نے مختار سے کہہ دیا ہے کہ اگر گاڑی میں کافی وقت ہے تو آج ہی ہمشیرہ کو لے جائے ورنہ کل روانہ ہو جائے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(مظلوم اقبال)

مولانا اسمٰعیل میرٹھی کے نام

سیالکوٹ

۲نومبر۱۹۱۲ء

مخدومی ۔قواعد اردو مرسلہ آنجناب مل گیا تھا مگر والدہ ماجدہ کی علالت کی وجہ سے آپ کے خط کا جواب نہ لکھ سکا۔کئی روز سے سیالکوٹ میں مقیم ہوں اور ابھی ان کو کوئی افاقہ نہیں، طبیعت نہایت متفکر اور پریشان ہے۔خط و کتابت سے بھی معذور ہوں بلکہ ضروری مشاغل بھی بوجہ ان کی علالت چھٹ گئے ہیں۔

لاہور جاؤں گا تو آپ کے سوالات کا جواب لکھنے کی کوشش کروں گا مگر میں تو اردو زبان کا ماہر نہیں، اور بالخصوص گرامر سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ۔میرے خیال میں مولوی فتح محمد صاحب جالندھری سے خط و کتابت کریں جنہوں نے حال میں ایک کتاب اردو گرامر پر تصنیف کی ہے اور وہ کتاب اچھی ہے۔

آپ کا نیازمند مخلص

محمد اقبال از سیالکوٹ

(انوار اقبال)

(الف) اقبال شناسی کا مفہُوم

علامہ اقبال برصغیر کے عظیم شاعر، مفکر اور مصلح ہیں جنہوں نے اپنے عمیق خیالات اور انقلابی افکار کے اظہار کے لیے بیک وقت اردو فارسی اور انگریزی زبان کو وسیلہء اظہار بنایا۔ان کی شاعری اردو اور فارسی میں جبکہ خطبات اور مقالات انگریزی میں موجود ہیں۔جبکہ انہوں نے مکاتیب اردو زبان میں لکھے۔ان کا فکر و فلسفہ محض شاعرانہ خیال یا فلسفیانہ تصور نہیں بلکہ ایک واضح حکمت عملی کا درجہ رکھتا ہے جس کی تصدیق ان کے اپنے فرمان سے ہوتی ہے:

یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے

اقبال مفکرِ اسلام، حکیم الامت، شاعر مشرق، دانائے راز، ترجمانِ خودی اور نجانے کتنے ہی خطابات والقاب کے حق دار ہیں۔ ہر فرد اور ہر طبقے کا اپنا اقبال، جس کے فکر نے تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑ دیا، جس کے کلام نے صورِ اسرافیل کا کام کیا اور امت مرحوم کی عروق مردہ میں خون زندگی کی گردش کا باعث بنا۔ وہی اقبال، جس نے پوری دنیائے ادب اور فکری رویوں کو متاثر کیا۔وہی اقبال جو دنیا بھر میں اردو بولنے والوں کی نہ صرف پہچان ہے بلکہ فخر و ناز کا باعث بھی ہے۔اسی اقبال نے ایک قوم کو پستیوں سے نکال کر خود شناسی کے افلاک پر متمکن کیا۔صاف ظاہر ہے کہ جو مسیحا نفس اپنے کلام سے اتنا بڑا کام لینا چاہتا ہو اس کے نزدیک پرانے الفاظ اور معانی اپنی حقیقت کھو بیٹھتے ہیں لہٰذا اس نے

نئی تراکیب ایجاد کیں، نئے الفاظ وضع کیے اور بعض خاک افتادہ الفاظ کو اٹھایا اور ہمدوش ثریا بنا دیا۔ متبذل اور ناپسندیدہ معنوں میں استعمال ہونے والے الفاظ نئی معنوی شان و شوکت سے آشنا ہوئے۔ اقبال کے فارسی اور اردو کلام میں ہزاروں تازہ بتازہ اور نو بہ نو تراکیب اور الفاظ موجود ہیں۔ وہ چونکہ حقیقی معنوں میں علامہ تھے۔ اس لیے ان کے ذخیرہ الفاظ نے فارسی اور اردو کی علمی و ادبی دنیا کو حیرت زدہ کر کے رکھ دیا۔ علامہ اقبال ایک ایسی عظیم شخصیت ہے۔ وہ فکری طور پر بیدار، روحانی غور وفکر کے حامل انسان ہیں جو اسلامی تہذیب و تمدن اور ایمان کو زندہ کرنے والا اہل سخن اور ادیب ہیں۔ اس وجہ سے سلیم احمد عظمتِ اقبال کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''اقبال ہمارے ماضی قریب کی عظیم ترین علمی، فکری اور سیاسی شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔۔۔اس کے علاوہ وہ مشرق و مغرب کے فلسفوں سے بھی آگاہ اور عہد حاضر کے علوم مسائل سے باخبر ایک ایسی شخصیت ہیں جن کی نظیر جدید مشرق میں مشکل ہی سے ملتی ہے۔ پھر وہ ایک ایسے تہذیبی اور سیاسی نظریئے کے بانی ہیں جس نے ایک ملک کو جنم دیا ہے اور ان کی یہ حیثیت ایسی ہے جو تاریخ عالم میں کسی شاعر یا مفکر کو حاصل نہیں ہوئی۔''

دنیائے علم وادب، فلسفہ و سائنس اور تاریخ و سیاست میں اقبال ایک ایسی منفرد حیثیت حاصل کر چکے ہیں کہ مشرق و مغرب ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر اقبال کو ''ممدوح عالم'' قرار دیتے ہیں: ''آج کی تمام مہذب دنیا اقبال کے نام اور افکار سے واقفیت رکھتی ہے۔''

اقبال اپنے عہد کی مختلف تحریکات اور رجحانات کا نہ صرف گہرا شعور رکھتا تھا بلکہ اس کے صحت مند عناصر کو جذب کرنے کی بھرپور صلاحیت سے بھی بہرور تھا۔ مغرب اور مشرق کے بیشتر ممالک کی زبانوں میں اُن کی شاعری کے تراجم ہو چکے ہیں اور متعدد ممالک کے

دانشوروں نے اُن کے افکار وتصورات کی توضیح وتشریح کے لیے مقالات تحریر کیے اور کتابیں طبع کیں۔علامہ اقبال کی صورت میں ہمیں وہ فلسفی شاعر ملتا ہے جسے مسلمانوں نے تو سرآنکھوں پر بٹھایا لیکن تعجب ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام والے مغرب یورپین ممالک اوراس نظام کے مخالف سوشلسٹ ممالک میں بھی علامہ اقبال کوخراج تحسین پیش کیا گیا۔صرف چند ممالک کے معروف اقبال شناسوں کے ناموں سے پیغامِ اقبال کی عالمگیر مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔آر اے نکلسن ، ہربرٹ ریڈ، اے جے آربری، ای ایم فاسٹر (برطانیہ)، ایسا ندروبوزانی، جی توچی (اٹلی) اینا میری شمل (جرمنی) ایوا مار یووچ،لوس کلوڈ میتج (فرانس)،ژاں ماریک (چیکوسلواکیہ)،بخو چوف،ایل آر گورڈن پولنسکایا،نکولائی گلیبوف،نتالیا پری گارنیا،ایم ٹی ستے نتیس (روس) یہ صرف چند نام ہیں ورنہ دنیا کی بیشتر اہم زبانوں میں علامہ کی شاعری کے تراجم ہوئے، افکار وتصورات کی صراحت میں مقالات تحریر کیے گئے اور کتابیں طبع کی گئیں۔

اس تناظر میں مسلم ممالک میں ایران،مصر،ترکی، افغانستان ،مراکش، انڈونیشیا اور متعدد دیگر مسلم ممالک کے دانشوروں کی فکر اقبال سے دلچسپی اور اقبال شناسی کے فروغ کی وجہ بنی۔زبان کا اشتراک ذہنی روابط کا بہت بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔چنانچہ یہ عالم ہے کہ علامہ اقبال ایران میں اسی طرح مقبول ومعروف ہیں جیسے کوئی مقامی شاعر۔اقبال شناسی برصغیر کی حدود عبور کر کے ایک ایسی عالمی روایت کا درجہ اختیار کر چکی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئی رفعتوں اور نئی وسعتوں کو چھو رہی ہے۔پروفیسر منورمرزا اقبال کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''علامہ اقبال کا کلام اور ان کا فکر محض براعظم کی وسیع وعریض حدود تک ہی محدود نہ رہا بلکہ وہ سیاسی، جغرافیائی اور نسلی حدود کو عبور کر کے کہیں سے کہیں جا پہنچا۔آج علامہ اقبال کی حیثیت ایک بین الاقوامی مفکر اور معلم کی ہے اور یہ

امرِ مسلم ملت کے لیے اور پاکستان کے لیے لائق صد فخر ہے۔''

اس لیے کہ جو لوگ اقبالیات یا اقبال شناسی کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں ان کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ان دو اصطلاحات کے اندر فرق موجود ہے۔ ''اقبالیات'' ایک شعبۂ علم ہے، جس میں اول اقبال کی شعری و فکری تصانیف اور مقالات و مکاتیب و بیانات شامل ہیں اور دوم ایسی تمام تحریرات و تحقیقات جو حیات و تصانیف اقبال کے تشریحی و توضیحی اور تنقیدی مطالعات پر مبنی ہیں۔ جبکہ اقبال شناسی میں موجود لفظ ''شناس'' وضاحت کا متقاضی ہے مولوی سید احمد دہلوی نے ''فرہنگ آصفیہ'' میں لکھا ہے:۔

''شناس'' (ف) مرکبات میں) جیسے مردم شناس، قدر شناس، حق شناس وغیرہ یعنی آدمی کو پہچاننے۔ قدر جاننے اور حق کی تمیز کرنے والا ہے''۔

اسی طرح وارث سرہندی ایم اے نے ''علمی اُردو لغت'' (جامع) میں یوں لکھا ہے:

''''شناس'' [ف۔صف] فارسی مصدر ''شناختن'' کا امر جو اسم کے بعد آ کر اسے اسم فاعل بناتا ہے اور پہچاننے والا کے معنی دیتا ہے مثلاً ''قدر شناس۔''

اقبال شناسی وہ علمی روایت ہے جس کی بنیاد حیات و افکار اقبال کی تفہیم کے سلسلہ میں کی جانے والی اب تک کی کاوشوں کو قرار دیا جاتا ہے۔ اور اقبال شناسی کی روایت سے وابستہ اہل علم کو اقبال شناس، اقبال سکالر یا ماہر اقبال کہا جاتا ہے۔ قاضی مرحوم ایسے اصحاب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''اقبالین'' کی اصطلاح کو موزوں سمجھتے ہیں جنہوں نے اقبالیات کو اپنا خاص موضوع بنایا ہے اور ان پر مستقل کتابیں اور مضامین لکھے ہیں۔ وہ ان کے لیے اقبال شناس کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں اور شیخ عبدالقادر، عطیہ فیضی، چودھری محمد حسین، ڈاکٹر یوسف حسین خان، ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، خواجہ غلام السیدین، مولانا اسلم جیراج پوری، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، سید

نذیر نیازی، ممتاز حسن، حفیظ ہوشیار پوری، سید عبدالواحد، ڈاکٹر عشرت حسن انور، ڈاکٹر میر ولی الدین، میر حسن الدین اور ڈاکٹر سید عبداللہ کو اقبالین کی فہرست میں جگہ دیتے ہیں''۔

سیالکوٹ میں اقبال شناسی کے فروغ میں مختلف درسگاہوں کے اساتذہ کا کردار نہایت اہم رہا ہے جنھوں نے کلام وافکار اقبال کے ساتھ اپنی دلچسپی اور وابستگی کو اپنے عزیز طلبہ کے دلوں میں جا گزیں کیا اور اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنے۔ ایک عالم کے دانشور اس نو دریافت براعظم کی کشش اور دلآویزی کے حسن کے کھوج میں نظر آتے ہیں۔ عہد حاضر میں ہر جگہ اقبال شناس ملتے ہیں جنھوں نے اقبال شناسی کے مفہوم کو بہتر انداز سے اپنے نقطہء نظر کے مطابق قارئین کے سامنے سادہ اور عام فہم زبان میں پیش کیا۔ تاکہ نسل نو پیغامِ اقبال سے استفادہ کر سکے۔ قدرت نے اقبال کو نورِ معرفت ،بصیرت، شاعرانہ فطرت اور درد دل عطا کرنے میں کھول کر فیاضی کی تھی جس کی مثالیں تاریخ عالم میں بہت کم نظر آتی ہیں۔ اقبال علم، آزادی اور اجتہاد کا قائل تھا بیسویں صدی میں اقبال شناسی کے مفہوم سے بخوبی آگاہ ہونے کے لیے جن اصولوں کو رہنما بنایا گیا یقیناً بائیسویں صدی میں بھی انہی اصولوں کی رہنمائی میں اپنا رستہ بناتے ہوئے نئی منزلوں کی طرف گامزن رہے گی۔

(ب) سیالکوٹ میں اقبال شناسی کی روایت

علامہ اقبال ایک عظیم فلسفی شاعر، ادیب اور دانشور کے علاوہ عصر حاضر کے ایک روشن خیال مفکر ملت بھی ہیں۔ جنھوں نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ پورے بنی نوع انسان کو اپنے حیات بخش پیغام سے نوازا۔ اُن کے احساس کمتری کو دور کر کے اُن میں خودی اور خودداری کا جذبہ بیدار کیا۔ عمل سے غافل قوم کو سعی پیہم کا درس دیا۔ علامہ محمد اقبال کی ولولہ انگیز شاعری نے مسلمانان برصغیر کو حریت فکر سے آشنا کیا۔ اُن کے انقلابی فکر وفلسفہ سے عالم انسانیت کو بالعموم اور عالم اسلام کو بالخصوص ایک نیا جذبہ اور ولولہ ملا جس کی ضیاء پاشیوں سے عصر حاضر میں بھی تمام انسانیت بلالحاظ مذہب وملت روشنی حاصل کرتی جا رہی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ''نقوش اقبال'' میں کہتے ہیں:

> ''اقبال حکمت و فلسفہ اور دوسرے علوم نظری میں بھی اپنی ایک مخصوص رائے رکھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ کوئی بھی نظریہ اور فلسفہ جب تک اپنی پشت پر جہد و جہاد کی قوت اور ایثار و قربانی کی ہمت نہیں رکھتا وہ زندہ نہیں رہ سکتا، فلسفہ ہو یا کوئی بھی علم ہو اگر محض علمی بحث ونظر، لفظی بازی گری اور مابعد الطبعی مناقشہ آرائی تک محدود ہے، اور زندگی کے میدان میں نہیں اترتا اور انسانی معاشرے کے مسائل سے صرف نظر کرتا اور اپنی الگ دنیا میں رہنا چاہتا ہے، تو ایسے علم وفلسفہ کے لیے زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔۔۔۔۔''

علامہ محمد اقبال مسلمانان برصغیر کے ایک عظیم محسن ہیں، انہوں نے مسلمانوں کو غیر

اسلامی نظریات سے مرعوب نہ ہونے اور اپنے دین، ثقافت اور اقدار سے گہری وابستگی کے ذریعے نشاۃ الثانیہ کی راہ دکھائی۔ اقبال کی حیات ہی میں ان کے خیالات کو عالمی سطح پذیرائی حاصل ہوئی۔ ان کے پیش کردہ تصور کی بنیاد پر دنیا میں ایک نظریاتی مملکت کا قیام عمل میں آیا۔ مصباح الحق صدیقی رقم طراز ہیں:

"اقبال نے پوری امتِ مسلمہ کے مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ پوری دنیا کے اتحاد کے علمبردار تھے۔ اس اتحاد کے لیے وہ کسی سیاسی دباؤ کے قائل نہیں تھے۔ وہ یہ یگانگت صحیح قسم کے جذبہ اخوت اسلامی کے ساتھ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کے اس اتحاد کی بنیاد اسلام کے نظریہ حریت فکر و اظہار رائے اور مساوات ہے۔"

علامہ اقبال کے افکار آفاقی قدروں کے حامل ہیں۔ اُن کا شمار اہل فکر و نظر میں ہوتا ہے جن کے افکار کی روشنی سے ہماری آئندہ نسلیں بھی اکتسابِ فیض یاب ہوں گی۔ علامہ نے جوانمردی سے تنگی حالات کا مقابلہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ان کے فلسفے کا نچوڑ جہدِ مسلسل ہے۔ وہ مسلمانوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کے بجائے مسلسل جدوجہد کی ترغیب دیتے ہیں۔

اقبال نے فلسفے کو شعر کی رعنائی میں ڈھالا اور علم و عمل اور حقائق کے بیان کو نغمہ و آہنگ کا پیکر عطا کیا۔ وہ ایسے شاعر اور مفکر ہیں کہ جن کی شاعری اور افکار محض اپنے عہد تک ہی محدود نہ تھے۔ اُن کی شاعری راہ عمل کا تعین اور حرکت کا پیغام دیتی ہے۔ اُن کا ہر شعر استعارہ ہیں نوجوان نسل کو شاہین قرار دیا ہے۔ انہوں نے ایسی صداقتوں کو بیان کیا جن کی اہمیت ہر دور میں برقرار رہتی ہے اور ہر دور میں برقرار رہے گی۔ ڈاکٹر شاہد کامران نے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فکر اقبال سے اجتہاد کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ بقول شاہد اقبال کامران:

"۔۔۔۔۔ اقبال نے پوری توانائی کے ساتھ انفرادی اجتہاد کے بجائے

اجتماعی اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔لیکن اس ضمن میں وہ جس اہم تر پہلو کی طرف متوجہ کرتے ہیں وہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد کا ذمہ دار کون ہو؟ جدید دنیائے اسلام کے حوالے سے بالعموم اور پاکستان کے موجود حالات کے تناظر میں بالخصوص یہ سوال بے حد اہمیت رکھتا ہے۔اقبال کا فلسفہ تو یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد کا حق ایک منتخب شدہ مجلس قانون ساز سپرد کیا جانا چاہیے۔ایسی مجلس قانون ساز قرآن وسنت کی روشنی میں ،اور جدید تقاضوں کے حوالے سے جو فیصلے کرے گی،وہ اجتماعی اجتہاد کہلائیں گے۔''

اہل علم ودانش کی جانب سے اقبال کی شاعری اور فلسفے کی طرف جس توجہ اور دلچسپی کا اظہار ہوا۔اس کا سلسلہ موجود عہد میں بھی جاری ہے۔اس کا اظہار شاعرِ مشرق کی شاعری اور فلسفے کے بارے میں آئے دن شائع ہونے والے مقالات اور کتابوں کی صورت میں ہوتا رہتا ہے۔''تاریخ ادب اردو'' میں ڈاکٹر رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:''وہ نوجوانان ہند کے بہترین شاعر ہیں کیونکہ انہی کے جذبات واحساسات کو وہ عمدہ طریقے سے ادا کرتے ہیں۔''

علامہ کی حیات،نظریات اور خدمات پر دنیا کی اہم زبانوں میں جو کام ہوا ہے وہ ایک قابل تحسین ہے۔اقبال پر تحقیق توضیح کا سلسلہ جاری رہے گا۔امریکہ،یورپ اور روس میں کلام اقبال کے تراجم ہو چکے ہیں اس طرح دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں جیسے انگریزی،جرمنی،فرانسیسی،اطالوی،روسی،چینی،جاپانی،ترکی اور فارسی وغیرہ میں اقبال پر کتابیں اور مقالات قلمبند کیے جا چکے ہیں۔

اقبال نے اگرچہ خطاب مسلمانوں سے کیا لیکن ان کا پیغام جغرافیائی حدود اور مذہبی عقائد کی قیود سے آزاد ہے۔ان کے افکار میں ایسی عالمگیر خصوصیات ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام کے افراد اور غیر مسلم بھی ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔مراکش کے

پروفیسر ایس۔آئی۔فہد رقم طراز ہیں:

''اقبال ایک ہمہ گیر شخصیت ہیں۔آپ کی ہمدردیاں اتنی وسیع ہیں کہ ان میں تمام دنیا کے انسان بلا امتیاز نسل وملک سما جاتے ہیں۔آپ عظمت،انسانی کے علمبردار ہیں۔اسی لیےاقبال کو مشرق ومغرب میں یکساں عزت حاصل ہے۔''

اقبال نے فلسفہء مغرب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔اس کا فلسفہ نطشے اور برگساں کا بڑی حد تک مرہون منت ہے۔اس کی شاعری شیلے کی یاد دلاتی ہے لیکن وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے سوچتا ہے اور محسوس کرتا ہے۔اسی وجہ سے وہ بہت مقبول ہے۔وہ مذہب کے بارے میں بہت پر جوش ہے۔وہ ایک نئے حرم (مکہ) کی تعمیر میں مصروف ہے۔اس نئی بستی سے مراد ایک عالمگیر مذہبی مثالی ریاست ہے جس میں دنیا بھر کے مسلمان نسل ووطن کی قید سے بے نیاز ہو کر ایک ہو جائیں۔وہ استعماریت اور وطنیت کا مخالف ہے۔اس طرح آر۔اے۔نکلسن اقبال کی شاعری کو پیغمبری قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''وہ شاعر کم عیار نہیں،جہاں منطق ناکام ہوتی ہے وہاں اس کی شاعری ذہن کو جلا بخشتی اور قائل کرتی ہے۔اس کا شاعرانہ پیغام محض ہندی مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔بلکہ اس نے عالم اسلام کو مخاطب کیا اس لیے وہ ہندوستانی زبانوں کے بجائے فارسی میں داد سخنوری دیتا ہے۔اظہار کے لیے فارسی کا انتخاب اس بنا پر خوشگوار ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان فارسی زبان وادب سے مانوس ہیں۔فارسی زبان فلسفیانہ خیالات کے ابلاغ کے لیے موزوں بھی ہے اور دلکش بھی،اقبال ایک پیغمبر کے روپ میں آتا ہے اور اپنے زمانے کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں سے بھی مخاطب ہوتا ہے۔من نوائے شاعر فرداستم''

علامہ محمد اقبال کی سوچ اور فکر کا مرکز ومحور قرآن تھا اور صاحبِ قرآن تھے۔وہ ایسے تصوف کے قائل تھے جو مردہ جسموں میں نئی روح پھونک دے۔اقبال کے فلسفے کی بنیاد

قرآن مجید کی تعلیمات پر استوار ہے۔ وہ متعصب مسلمان نہ تھے انہیں جہاں سے بھی روشنی ملی انہوں نے اسے حاصل کرنے میں تامل نہ کیا۔ وہ بیک وقت مسلمان صوفیانہ، مغربی فلاسفروں اور ہندو دانشوروں سے متاثر تھے، جس کے نتیجے میں ان کا کلام قلب روشن کا آئینہ بن گیا۔ ایسا آئینہ کہ جس میں غیر مسلم اقوام بھی اپنے خدوخال کی شناخت کرسکتی ہیں۔ مشہور انگریز نقاد اور ناول نگار ای۔ ایم فاسٹر نے علامہ اقبال کے اس پہلو کو سراہتے ہوئے لکھا تھا:

> ''اقبال کٹر مسلمان تو تھا مگر وہ کہنہ روایات کا پرستار نہ تھا۔ اس کے خیالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر وہ انتہا پسند اور متعصب نہ تھا۔''

اقبال نے تمام عمر انسانی عظمت کے گیت گائے، یہ صرف جذباتی سطح پر ہی نہیں تھا بلکہ انہوں نے ان عوامل و محرکات تک پہنچنے کی کوشش کی جو انسان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں۔ اقبال ملک کے معاشی وسائل اور عوام کی اقتصادی صورت حال کی اہمیت سے بھی آگاہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اولین تالیف ''علم الاقتصاد'' میں ان اقتصادی امور کی نشاندہی کی جو اقوام اور افراد کو معاشی بدحالی کی دلدل میں پھنسا دیتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ان مسائل کا فکری سطح پر مطالعہ کر کے جو نتائج اخذ کیے وہ عالمگیر اہمیت کے حامل ثابت ہوئے۔

> ''مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبال نے اپنے افکار کی ہمہ گیریت کی بناء پر عالمگیر مقبولیت حاصل کی۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان اپنی کتاب ''غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات'' میں کہتے ہیں کہ ''اقبال کو چونکہ اپنا پیغام عام لوگوں کو پہنچانا تھا اس لیے اس کے بیان میں وضاحت اور پھیلاؤ ہے۔ اقبال کی نوائے گرم کی بلند آہنگی اس کی مقصدیت کی اندرونی لہر سے ہم آہنگ ہے۔''

لوس کلوڈا اپنے مضمون "Iqbal A Great Humanist" میں لکھتی ہیں:

"Muhammad iqbal is one of thegreatest Figures in the literary history oftheeast.Hecomeatadifficult momenttogivecourageandhopenotonlytothe muslimsofindia)atatimewhenpakistandidnotstate exist(but to a whole nation sunk into a state of black despair"

مختلف شہروں میں اقبالیاتی تحقیق پر مشتمل کتب کی اشاعت، اقبال شناسی کا ایک شاخسانہ ہے۔اقبال اور لاہور، اقبال اور گجرات، اقبال اور لیہ، اقبال اور بھوپال، اقبال اور کشمیر، اقبال اور بلوچستان ،اقبال اور افغانستان ،اقبال اور سرگودھا، اقبال اور ڈیرہ غازی خان، اقبال اور ہند، اسی طرح کی کئی کتب مختلف شہروں کے اقبالیاتی کام کو متعارف کروا رہی ہیں۔عصرِ حاضر میں لاتعداد احبابِ فکر اقبال کی ترویج وتفہیم کے لیے کام کر رہے ہیں۔عالمی سطح پر حالات کا جائزہ لیا اور اس جائزے کو اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں پرکھا اور کچھ پیشین گوئیاں بھی کیں، جو بعد میں سچ ثابت ہوئیں۔اقبال آنے والے دنوں کی بشارت دے رہے تھے۔وہ آنے والی صدیوں کا گیت تھے۔بقول ہارون الرشید تبسم:

''ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں سوچتے تھے بلکہ ان کی نظر عالمی افق پر رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ انہیں ہر دور اور ہر ملک میں سراہا گیا۔''

دنیا کے بڑے بڑے فلسفی اقبال کی عظمت اور اہمیّت کا اعتراف کرتے ہیں۔مختلف ممالک میں برپا ہونے والی تجدید واحیائے دین کی تحاریک کے پس منظر میں اقبال کے افکار کی علمداری دکھائی دیتی ہے۔اقبال کا فلسفہ جو محض ایک لفظ پر مشتمل ہے پوری کائنات کو اپنے دائرہ کار میں سمیٹے ہوئے ہے۔اس ایک لفظ یعنی ''خودی'' کی لاکھوں اوراق پر مشتمل تشریحات ہو چکی ہیں اور مزید سے مزید وضاحتوں کا سلسلہ جاری ہے۔اسی ایک

لفظی فلسفہ نے اقبال کو امام فلسفہ کی مسند پر بٹھایا اور ماقبل و مابعد کے تمام مفکرین کو ان کے سامنے روحانی وفکری سطح پر زانوئے ادب تہ کرنے پر مجبور کیا۔ اقبال کے افکار کی روشنی سے اندھیروں کو دور کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ اقبال کے انقلاب آفریں کی بدولت زمانہ ان کی جانب جلد متوجہ ہوا۔ ''اپنی بات'' میں زاہد حسین انجم نے بڑے پتے کی بات کہی ہے:

> ''اقبال کون ہیں؟ اقبال شاعر امروز، نابغہ روزگار، عالمی مفکر و مدبر، حکیم ملت، ترجمان حقیقت، دانائے راز، گنبد خضرا کے شیدائی، دینی علوم کے بحر بیکراں، تصور پاکستان کے خالق، مسلمانان برصغیر پاک و ہند کے غم خوار، رفعت خیال و قوت، بصیرت اور اعلیٰ ذوق عمل کے بہترین عکاس، قائد کے مدبر دوست۔۔۔۔اقبال کی شخصیت کی شناخت صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے کہیں بڑھ کر اقبال خودی کے پیامبر، محبت و یگانگت کے حسین پیکر، عقل و شعور کے مینارہ نور، ایک شفیق باپ، ایک باوفا شوہر، المختصر یہ کہ وہ سیرت و کردار کے بحر بے کراں ہیں۔''

پڑوسی ملک ایران میں تو اقبال شناسی کی قابل تقلید روایت ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی کتاب ''ایران میں اقبال شناسی کی روایت'' میں جن دانش وروں کا تذکرہ موجود ہے، ان میں سید محمد محیط طباطبائی سعید نفیسی، ڈاکٹر غلام حسین یوسفی، ڈاکٹر جلال متینی، ڈاکٹر فریدوں بدرہ ای، صادق سرمد، ڈاکٹر رضا زادہ شفیق، ڈاکٹر احمد علی رجائی، علی اکبر دہخدا، ادیب برومند، احمد گلچیں معانی، علی اصغر حکمت، کاظم رجوی ایزد، منوچہر طالقانی، قاسم رسا، امیر شفائی نوا، علی خدائی، ڈاکٹر علی نہاد تارلان، آیت اللہ سید علی خامنہ ای، حسین علی سلطان زادہ پسیان اور دیگر دانش ور شامل ہیں۔

بھارت میں اقبال شناسی کے حوالے سے جگن ناتھ آزاد، اقبال سنگھ، ڈاکٹر سچد انند سنہا، رام بابو سکسینہ، ڈاکٹر ملک راج آنند، مالک رام، نربھے رام جوہر، سر جوگندر سنگھ، ڈاکٹر

گیان چند ،سردار گوربچن سنگھ، ہنس راج رتن، مہا راجہ سر کشن پرشاد، پروفیسر م۔ ت استیتا س، ڈاکٹر بوسانی ، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ، رابندر ناتھ ٹیگور، تلوک چند محروم، کلدیپ نیر، سر تیج بہادر سپرو، مجنوں گورکھپوری، عالم خوندمیری ،ڈاکٹر میر ولی الدین ،ڈاکٹر عشرت حسن انور، مولانا عبدالسلام ندوی، شمس الرحمٰن فاروقی ،بلراج کومل ، بلونت سنگھ لانبا، خشونت سنگھ اور کئی اقبال شناس مقبول ہیں۔عالمی سطح کے مستشرقین میں پولولنسکا یا، میر بٹا سٹے پین نیتیس ،این میری شمل، سر ٹامس آرنلڈ، پروفیسر نکلسن ،پروفیسر آربری اور اقبال، پروفیسر ڈکنسن ،فاسٹر، ایوا ماریوچ، لوئی میسون، لوس کلوڈ میتیخ ،ڈاکٹر شیلا میکڈونا، ڈاکٹر باربرا مٹکاف ،ڈاکٹر یاں ماریک، ہربرٹ ریڈ، سر مالکم ڈارلنگ ،رش برک ولیمز اور لاتعداد اقبال شناسوں نے اپنے اپنے زوایہ نظر سے اقبال شناسی کو فروغ دی۔ڈاکٹر شفیق عجمی اپنی کتاب ''اقبال شناسی عالمی تناظر'' میں رقم طراز ہیں:

> ''اقبال کے فکر کی تازگی ، بلند آہنگی اور انقلابیت سے زمانہ آنکھیں کھول کر اس کی طرف متوجہ ہونے پر مجبُور ہو گیا۔علمی دنیا میں اس کا خیر مقدم کیا گیا، اس کے فکر وشعر کی تفہیم وتشریح کے عمل کا آغاز ہوا، تراجم ہوئے ۔ بحث وتنقید کا دروازہ کھلا ، اتفاق واختلاف ، ردو قبول، اخذ واکتساب کے سلسلے بڑھتے چلے گئے اور ایک روایت کا آغاز ہوا، جو جلد ہی بر عظیم کی جغرافیائی حدود کو پار کر کے چار ردانگ عالم میں پھیلی ، پروان چڑھی اور مستحکم ہوتی چلی گئی۔آج اس روایت کو''اقبال شناسی'' کا عنوان دیا جاتا ہے،جس میں مشرق ومغرب کے نامور محققین ،شارحین اور ناقدین کی ایک بڑی تعداد نے اپنے انداز اور اسلوب میں بہت کچھ Contribute کیا ہے۔جس سے اس روایت کو قوت،تحریک اور وسعت حاصل ہوئی ہے۔''

اقبال کے عالم گیر فلسفہء حیات ،نظریہ خودی اور تشکیل جدید الہیات اسلامیہ میں

موجود فکرِ اقبال گرم دم جستجو کی صورت اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس بات کا ادراک تو دنیا بھر کے ناقدین کر رہے ہیں کہ وہ خودنمائی سے بالاتر تھے۔ درویشی ان کے خمیر میں شامل تھی۔ وہ برعظیم پاک و ہند سے اُٹھے اور دنیا بھر کے علوم وفنون کو اپنی لپیٹ میں لیلیا۔۔ صبری تبریزی لکھتے ہیں:

''اقبال کا تخیل نہ تو مجرد تھا اور نہ محدود، یہ اس کے معاشرے کی جڑوں میں پیوست تھا، اس کی آرزو اور مقصد کا محرک یہ تھا کہ معاشرے کو تخلیق کیا جائے اور اس کے مفادات کا تحفظ کیا جائے نہ کہ علم اپنے محدود اور خود غرضانہ مفادات کے لیے استعمال کیا جائے۔''

ہمارے پڑوسی ممالک میں بھی اقبال کے فکر وفن پر بہت سا کام ہو رہا ہے۔ ماہر اقبالیات، ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق اقبال شناسی کی بین الاقوامی روایت کے پیش نظر کلام اقبال میں آفاقیت کا مسئلہ اپنے حل کے لیے نظریاتی بحث سے ہٹ کر اب عملی صداقت کا روپ دھار چکا ہے۔ یہ تو آفتاب آمد، دلیل آفتاب ایسی بات ہے اس ضمن میں اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دنیا چاہیے کہ مختلف ممالک میں اقبال شناسی کے آغاز اور پھر ایک باضابطہ فکری روایت بننے کا باعث ہماری یا دوسری حکومتوں کی سرپرستی نہ تھی۔ یہ درست ہے کہ کبھی کبھار غلطی سے ہمارے سفارت خانوں نے بھی یوم اقبال کا اہتمام کیا ہوگا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ نکلسن، آربری، ہربرٹ ریڈ، ای ایم فارسٹر (برطانیہ) این میری شمل (مغربی جرمنی) بوزانی (اٹلی) لوس کلوڈ میتج (فرانس)، گورڈن پولنکایا، نتالیا پری گرینا اور ماریاستے پین نیتیس (روس) ایسی شخصیات محض ہمارے سفیروں کے اثر ورسوخ کی وجہ سے اقبال کو اپنا موضوع نہ بنا سکتی تھیں۔

اقبال کے آفاقی کلام کو پڑھنے والوں نے مختلف زبانوں میں تراجم بھی کیے اور یوں اقبال کو مختلف زبانوں اور مختلف ممالک میں پڑھا اور سمجھا جانے لگا۔ سفارت خانوں کی وجہ

سے اقبال دیگر ممالک میں مقبول نہیں ہوئے بلکہ اقبال اپنے عالمگیر کلام کی وجہ سے دیگر ممالک میں مقبول ہوئے بلکہ غیر ملکیوں کے دل کو بھی تسخیر کرتے چلے گئے۔ڈاکٹر سلیم اختر کہتے ہیں اقبال نے جب خود کو برصغیر کے روایتی شعراء سے ممتاز کرنا چاہا تو اپنے پیغام کی آفاقیت کی بناء پر انہیں یقیناً یہ احساس ہوگا کہ میں ان سب سے الگ ہوں کہ میرا فلسفہز یست ان سب سے جداگانہ ہے۔ڈاکٹر طہٰ حسین رقمطراز ہیں:

> ''اقبال کی سوچ بڑی منطقی بھی تھی، وہ اجتماعیت کا قائل تھا اور جماعت کے لیے ہر ممکن حد تک مخلص۔ چنانچہ اس نے خود اپنی ساری زندگی عالمِ اسلام اور بنی نوع انسان کے لیے تعلیم وارشاد اور نصیحت و دعوت میں صرف کر دی کہ انسان خود اپنی نگاہ میں معتبر ہوتا کہ لوگوں کی نگاہ میں محترم ہو اور نتیجتاً زندگی کی نگاہ میں بھی وقیع ہو۔''

سیالکوٹ میں اقبال شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں مرے کالج میگزین اور ضرب کلیم (اقبال نمبر) نمایاں ہیں۔مشعل راہ، سہ ماہی رسالہ سیالکوٹ نے اقبال شناسی کے موضوع پر متعدد مضامین چھاپے۔ پیام اقبال، ماہنامہ سیالکوٹ مدیر مسول خواجہ محمد جمیل شعبہ نشر و اشاعت انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کے زیر اہتمام شائع ہوتا رہا ہے۔اس ماہنامے نے خالد نظیر صوفی، ایم یوسف قمر، خلیق قریشی، شوکت علی، فیروز بٹ، صوفی عبدالعزیز، سید عبدالواحد اور جسٹس کیانی کے اقبالیات پر لکھے ہوئے مضامین شائع کیے۔ادراک ہفت روزہ سیالکوٹ مدیر جلیل جاوید ہفت روزہ ''ادراک'' کی ماہانہ اشاعت میں اقبالیات کے حوالے سے چھپنے والے مضامین ''اقبال کی باتوں میں گلوں''، ''علامہ اقبال کی صحیح تاریخ پیدائش'' اور'' اقبال اور نوجوان'' شامل ہیں۔صرف یہی رسائل نہیں جو فکر اقبال کو اجاگر کرنے میں پیش پیش رہے بلکہ اس کے علاوہ بے شمار رسائل اور دوسرے کالج یونیورسٹیوں کے میگزین بھی ہیں۔جنہوں نے موضوعات اقبال کو اپنایا اور ان پرچوں کے اقبال نمبر تک

چھپتے رہے رہے مگر افسوس تمام رسائل کا احاطہ کرنا یہاں ممکن نہیں ہے۔فیض احمد فیض اور علامہ اقبال کی مشترک باتوں کا تذکرہ ، پروفیسر اصغر سودائی سیالکوٹ کی مشہور شخصیت ،آفتاب اقبال ،امین حزیں سیالکوٹی، جاوید اقبال ،معراج بیگم ،مولوی میر حسن ،خالد نظیر صوفی ،ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی، خواجہ اعجاز بٹ، ریحانہ کوثر اور یوسف سلیم چشتی سیالکوٹ میں اقبال شناسی کی روایت میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج اقبالیات کو ایک باقاعدہ شعبہء علم قرار دیا جاچکا ہے۔پاکستان اور دیگر ممالک سے باہر بھی اقبال کی زندگی، ان کی شاعری اور فکر پر مختلف زبانوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور تحقیق کا یہ سلسلہ جاری ہے۔اب تک ہونے والے کام پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو ''اقبالیاتی ذخیرے'' کو دیکھ کر اطمینان بھی ہوتا ہے کہ اردو کے کسی شاعر یا ادیب کی تخلیقات پر اس درجہ ہونے والے کام کی مثال اس سے پہلے نظر نہیں آتی ۔ پاکستان کی اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں کے علاوہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، بہار یونیورسٹی (بھارت)، ڈرہم یونیورسٹی (انگلستان)، تہران یونیورسٹی (ایران)، عین الشمس یونیورسٹی ،قاہرہ (مصر)، چارلز یونیورسٹی، پراگ (چیکوسلواکیہ) میں اردو، انگریزی، فارسی ،عربی اور چیک زبانوں میں پی ایچ ڈی کی سطح پر مقالات تحریر کیے گئے ہیں۔ جرمنی اور فرانسیسی زبان میں لکھے گئے مقالات کی تفاصیل بھی منظر عام پر آئی ہیں۔ یہ ڈگریاں اردو اور فارسی شعبوں کے علاوہ عربی، فلسفہ اور سیاسیات کے شعبوں میں عطا کی گئیں۔ سیالکوٹ کی جامعات میں ایم۔اے کی سطح اور ایم۔فل کی سطح پر بھی کام جاری ہے اور اقبالیات کے موضوع پر مقالات قلمبند کیے جاچکے ہیں۔

مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی اقبال شناسی کی عالمی روایت ایک متحرک اور توانا تحریک کے طور پر بائیسویں صدی میں داخل ہوچکی ہے۔گزشتہ اوراق میں اسی روایت کا ایک اجمالی مگر جامع مطالعہ پیش کا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ دنیا کے مختلف منطقوں میں

تفہیم اقبال کے سلسلے میں کی جانے والی کاوشوں کا نہ صرف مجموعی جائزہ پیش کیا جائے بلکہ ان محرکات و رجحانات کا فہم بھی حاصل کیا جا سکے جو اس علمی روایت کے تسلسل کا باعث بنے۔ اقبالیاتی ادب کا رقبہ بہت پھیلا ہوا ہے۔ اس ضمن میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کے مطابق:

> ''اب تک اقبالیات کے نام سے جو ذخیرہ ادب تیار ہو چکا ہے وہ اس پایہ کا نہیں جیسا کہ ہونا چاہیے اور جس سے اقبال کے مطالعہ میں کافی مدد مل سکے اس کا سبب ظاہر ہے کہ اب تک کسی خاص منصوبہ بندی کے تحت یہ کام نہیں کیا گیا اور سوائے ان گنے چنے لوگوں کے جنہوں نے اپنے ذاتی شوق اور مطالعہ سے اقبال کی کسی نہ کسی حیثیت پر کام کیا، باقی اکثر تحریرات یا تو ایک دوسرے کی نقل ہیں یا محض مدحیہ اور ستائشی ہیں۔''

ضرورت اس امر پر زور دینے کی ہے کہ اقبال پر تنقیدی حوالوں سے کام کو محض اشعار کی تشریح کر دینے اور معروف ناقدین یا مغربی مفکرین کے خوبصورت حوالوں کو مضمون میں ڈیکوریشن پیس کی طرح سجانے تک محدود نہ رکھا جائے اقبال صدی نے اقبال شناسی کی جو تحریک پیدا کی تھی، اس کے اثرات باقی ہیں اور مختلف سطحوں پر مطالعہ اقبال جاری ہے۔ اس مطالعے میں وسعت اور پھیلاو کے بجائے دقت نظر اور گہرائی پیدا کرنا اقبالیات کا بنیادی تقاضا ہے۔ مطالعہ اقبال کے سلسلے میں عملی اور ٹھوس کام کرنے کے لیے ایسے اصحاب فکر و نظر کو حصّہ لینا چاہیے۔ جو اقبال شناسی میں امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔

(ج) سیالکوٹ میں اقبال شناس شخصیات

علامہ محمد اقبال ایسے بصیرت افروز دانش ور تھے جن کی دوراندیشی نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ علامہ محمد نے ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کے لیے اپنی شاعری کو استعمال کیا۔ وہ مسلمانوں کو متحد اور ایک آزاد ریاست میں دیکھنے کے تمنائی تھے یہی وہ جذبہ تھا کہ انہوں نے ایک آزاد ریاست کا تصور پیش کیا اور تاریخی خطبہ الہ آباد پیش کیا جس کی اہمیّت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال عالمگیر شہرت کے حامل ہیں۔ اُن کا آفاقی پیغام دنیا کی مختلف زبانوں میں منظر عام پر آچکا ہے۔ جہاں اُردو بولی جاتی ہے وہاں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی تعریف وتوصیف کسی نہ کسی حوالے سے کی جاتی ہے۔ ہمارے پڑوسی ملک بھارت میں تو اقبال شناسوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ برعظیم پاک و ہند کے کونے کونے میں اقبال شناس افکارِ اقبال کی ترویج کے لیے اپنے اپنے دائرہ کار کے مطابق مصروف عمل ہیں۔

سیالکوٹ میں اقبال شناس شخصیات نے اقبالیاتی تحریریں پیش کیں اور ثابت کیا کہ وہ اقبال شناسی میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ اقبال شناس شخصیات نے اقبال شناسی کے فروغ کو اپنی زندگی کا مشن سمجھا اور اس بلند پایہ شاعر اور فلسفی کو نہ صرف اپنی شاعری کے توسط سے خراج عقیدت پیش کیا بلکہ دل کش نثر کے ذریعے اقبال کی شخصیت، شاعری، فلسفہ اور پیغام کو عوام تک پہنچایا۔ اقبال شناس شخصیات نے بہت محنت اور جانفشانی سے لکھا اور اُردو ادب کی تاریخ میں اقبال کی عظمت کو بلند کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا

جائے گا۔

آفتاب اقبال:

آفتاب اقبال علامہ اقبال کے بڑے صاحبزادے۔آپ علامہ اقبال کی زوجہ کریم بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے۔والد کی طرح وکالت کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۲ء میں لاہور ہائی کورٹ سے بحیثیت بیرسٹر پریکٹس شروع کی ۔قیام پاکستان کے بعد کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔آفتاب اقبال جب تک زندہ رہے، کراچی میں یوم اقبال کی تقریبات میں ان کی شرکت لازمی ہوتی تھی۔آپ کی تقاریر اکثر علامہ اقبال کے کلام کی نہایت پُر تاثیر توضیح ہوتی تھیں۔آپ کا انتقال ۱۳اگست ۱۹۷۹ء کو لندن میں ہوا اور بعد ازاں آپ کے جسد خاکی کو کراچی میں قبرستان سخی حسن کے مشرقی گوشہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

اسلم ملک:

اسلم ملک شاعر مشرق کے محلے میں اللہ رکھا ملک کے گھر میں پیدا ہوئے۔اسلم ملک کے والد صحافت میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔اسلم ملک نے ابتدائی تعلیم سکاچ مشن ہائی اسکول سے حاصل کی ۔بعدازاں اسلم ملک صاحب اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد صحافت سے منسلک ہوگئے۔آپ نے روزنامہ ''نوائے وقت'' کے نمائندہ اور بچوں کے معروف ماہنامہ ''علم وادب'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔

اسلم ملک اگرچہ شعبہ صحافت سے وابستہ رہے اور اس سلسلے میں ان کی تصانیف بہت زیادہ ہیں۔صحافت کے ساتھ ساتھ اسلم ملک نے اقبال شناسی پر بہت کام کیا ہے۔آپ کی شاعری، صحافت، تاریخ کے موضوعات پر کتب قابل قدر ہیں۔رسائل و جرائد کی اشاعت میں آپ ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔اسلم ملک کا گھر علامہ اقبال کے آبائی گھر سے چند قدم کے فاصلے پر واقع ہے جب اسکول جاتے تو علامہ اقبال کے آبائی گھر کے پاس سے گزر

کر جاتے تھے۔اسلم ملک لکھتے ہیں:۔

''میرے لیے یہ بات بھی بے حد خوش کن ہے کہ علامہ اقبال کا گھر جہاں وہ پیدا ہوئے میرے گھر کے بہت ہی قریب، چند قدم کے فاصلے پر تھا اور پہلے دن جب میرے والد مجھے اسکول داخل کرانے کے لیے جا رہے تھے تو راستے میں انہوں نے مجھے ایک گھر کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ علامہ اقبال کا گھر ہے۔''

شہر اقبال کا باسی ہونے کی حیثیت سے اقبال سے لگاؤ ایک فطری عمل ہے۔آپ نے اقبال شناسی مہم کا آغاز کیا اور اقبال شناسی پر کتب تحریر کیں ۔جن میں ''بچوں کا اقبال''،''اقبال مفکر پاکستان'' اور''علامہ اقبال بچپن اور جوانی'' تصانیف شامل ہیں۔اسلم ملک نے اپنا مدعا آسان اور سیدھے طریقے سے بیان کیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں ان کے مخاطب طالب علم ہیں۔

ارشد جاوید العزیز:

محمد ارشد جاوید العزیز گورنمنٹ ہائی اسکول نمبر۲ سیالکوٹ سٹی میں پرنسپل کی حیثیت سے خدمات سرانجام ہیں۔آپ اپنے ایم فل اقبالیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ علامہ اقبال اسلامی دنیا کے بہت بڑے مفکر تھے۔انہوں نے اردو،فارسی شاعری کو اپنے خیالات ونظریات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔شاعری کے میدان میں اقبال نے اپنے اشعار کے ذریعے علم وآگہی کی ایسی شمع روشن کی جس کے نور سے آنے والی نسلیں فیض یاب ہوتی رہیں گئی۔علامہ اقبال کی سیاسی سرگرمیوں ،مصروفیات کے بارے میں عام طور پر ان کا خطبہ الہٰ آباد اور گول میز کانفرنس میں ان کی شمولیت کا حوالہ زیادہ تر زیر بحث آتا ہے۔ان کے کلام کے حوالہ سے زندگی کے بارے میں ان کے مختلف نظریات اور تصورات کو پیش کیا گیا ہے۔لیکن ایک عملی سیاست دان کے طور پر علامہ اقبال کی سرگرمیوں کے بارے میں تھوڑا

بہت لکھا گیا ہے۔حالانکہ موجودہ دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال کی بطور ممبر لیجسلیٹو کونسل سرگرمیوں کو نمایاں طریقے سے اجاگر کرنا ضروری ہے۔تاکہ ہمارے پارلیمنٹرین ان کی خدمات اور سرگرمیوں سے استفادہ کرسکیں۔

اصغر سودائی:

پروفیسر اصغر سودائی (۱۹۲۶ء تا ۲۰۰۸ء) لازوال نعرۂ پاکستان ''پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ'' کے خالق ، ماہر تعلیم اور شاعر جو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ۱۸ مئی ۲۰۰۸ء کو سیالکوٹ میں ہی وفات پاگئے۔آپ تحریک پاکستان کے ایک سرگرم رکن تھے اور مذکورہ نعرہ ان کی ایک نظم ''ترانہ پاکستان'' کا ایک مصرع ہے اور اس مصرعے نے اتنی شہرت حاصل کی کہ تحریک پاکستان کے دوران یہ نعرہ اور تحریک پاکستان لازم وملزوم ہوگئے۔یہ نعرہ ہر کسی کی زبان پر تھا اور آج بھی پاکستانی اس نعرے کو استعمال کرتے ہیں۔قائداعظم محمد علی جناح جب تحریک پاکستان کے دوران سیالکوٹ تشریف لائے تو ان کا استقبال کرنے والوں میں اصغر سودائی پیش پیش تھے۔قائداعظم خود بھی اصغر سودائی کے نعرے کی اہمیت کے قائل تھے اور ایک بار انہوں نے فرمایا تھا کہ ''تحریک پاکستان میں پچیس فیصد حصہ اصغر سودائی کا ہے۔آپ نے ایک شعری مجموعہ ''چلن صبا کی طرح'' یادگار کے طور پر چھوڑا ہے۔

اصغر سودائی صاحب کو اقبالیات سے بھی لگاؤ تھا۔انہیں اقبال سے بڑی محبت تھی۔ان کے اقبال پر مضامین مختلف رسائل میں چھپتے رہے۔جن میں اسلامیہ کالج کے مجلّے ''کاوش ''میں ان کا مضمون ''اقبال کا نظریہ خودی'' اور مرے کالج کے ''مفکر'' اقبال نمبر میں بھی ان کا ایک مضمون ''اقبال مفکر پاکستان'' کے عنوان سے شائع ہوا۔اصغر سودائی نے نظم بعنوان ''بوذرے فرداستے'' میں علامہ اقبال کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اصغر یعقوب:

ڈاکٹر اصغر یعقوب ۹ ستمبر ۱۹۴۶ء کو موری گیٹ کرسچن سٹریٹ سیالکوٹ میں پیدا

ہوئے۔انہوں نے میٹرک کا امتحان ۱۹۶۲ء سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ سے پاس کیا۔ ایف۔اے اور ایم۔اے مرے کالج ہی سے پاس کیا۔پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۶۸ء میں بی۔ایڈ مکمل کیا۔گورنمنٹ سینٹ انتھونی ہائی اسکول میں ٹیچر کی حیثیت سے تعینات ہوئے ۱۹۶۹ء میں اسی اسکول میں ان کی ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر تقرری ہوئی۔ڈاکٹر اصغر یعقوب صاحب کو ان کی خدمات کے صلہ میں بار ہا تمغات سے نوازا گیا جس سے ان کی خدمات اور نکھر کر سامنے آئیں۔۱۹۷۸ء میں انہیں ''ذکر اقبال'' مرتب کرنے پر ایوارڈ سے نوازا گیا اور ۲۰۰۵ء میں حکومت سیالکوٹ کی طرف سے تمغہ سیالکوٹ سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

ڈاکٹر صاحب کی اقبال شناسی کے حوالے سے خدمات کا اگر جائزہ لیا جائے تو انہوں نے ''ذکر اقبال'' کے عنوان سے ایک کتاب نومبر ۱۹۷۷ء میں مرتب کی۔اقبال صدی کے حوالے سے انہوں نے یہ کتاب بڑی محنت سے مرتب کی۔اس کتاب کی خاطر انہوں نے اپنے بہت قابل دوست احباب سے مضامین اکھٹے کیے اور انہیں ''ذکر اقبال'' کے عنوان سے مرتب کیا۔''ذکر اقبال'' کے ابتدائیے میں لکھتے ہیں:۔

> ''اس کتاب کو ترتیب دینا حضرت علامہ سے ان کی بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار ہے۔''

ڈاکٹر اصغر یعقوب مزید کہتے ہیں اقبال کی بہت ساری تصانیف دستیاب ہیں مگر ان میں محدودیت کا عنصر غالب ہے۔ان مصنفین نے علامہ اقبال کو مخصوص اور محدود کر دیا ہے۔کہ علامہ اقبال صرف ملت اسلامیہ کے شاعر ہیں۔جس سے علامہ کی آفاقیت کو ایک زبردست دھچکا لگا ہے۔اقبال کی آفاقیت کو قلعہ بند

نہیں کیا جا سکتا۔ڈاکٹر اصغر یعقوب کا موقف ہے کہ اقبال شناسوں کو چاہیے کہ علامہ اقبال کو محدود کرنے کے بجائے علامہ کی آفاقیت کو اجاگر کریں تا کہ لوگ علامہ کی تعلیمات

سے فیض یاب ہوسکیں۔

انور صوفی:

محمد انور صوفی ۱۹۴۲ء میں سیالکوٹ کے محلّہ دھاروال میں پیدا ہوئے ۱۹۶۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اکنامکس کیا۔۱۹۶۵ء میں مرے کالج سیالکوٹ میں لیکچرار کے طور پر باقاعدہ عملی زندگی کا آغاز کیا۔۱۹۶۶ء میں ریاست جموں کشمیر کی آزاد حکومت کے صدر مقام مظفر آباد میں ریاستی حکومت اکنامک انویسٹی گیٹر کی حیثیت سے تین سال کام کرنے کے بعد وہیں پر آزاد کشمیر ریڈیو، مظفر آباد میں پروگرام پروڈیوسر بن گئے۔انور صوفی کو اقبالیات سے بہت لگاؤ تھا۔اگر چہ وہ اپنی پیشہ وارانہ مصروفیات کی بنا پر اقبال پر کچھ خاص کام نہ کر سکے لیکن انہوں نے اپنی کتاب ''دامان خیال وطن'' میں حضرت علامہ اقبال پر چند مضامین لکھ کر اقبالیات سے محبت کا اظہار کیا ہے۔

امین حزیں سیالکوٹی:

امین حزیں سیالکوٹی کا اصل نام خواجہ محمد مسیح پال تھا۔وہ ایک دین دار اور علم دوست کشمیری خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔پال ایک کشمیری برادری ہے۔۲۴ اگست ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے۔والد مولوی احمد دین پال ایک بزرگ ہستی کے طور پر معروف تھے۔آپ نے سیالکوٹ کے مشن ہائی اسکول میں اور بعد میں وہاں کے مشن کالج میں تعلیم پائی۔خواجہ محمد مسیح پال نے اپنی فطری دلچسپی اور لگن کی بدولت ، مولوی میر حسن کے علم و فضل سے اپنے علمی تجسس کا دیا خوب روشن کیا۔تب تک وہ دور شاید جاری و ساری تھا کہ شاگرد محاورتاً ہی نہیں بلکہ عملاً اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کرتے تھے۔ پہلے ڈاکٹر بننے کا ارادہ تھا۔مگر سائنس سے طبیعت کی مناسبت نہ پا کر ملازمت اختیار کی، اور گلگت میں پولیٹکل محکمے کے دفتر میں ملازم ہو گئے وہیں سے ترقی کرتے کرتے خطاب خان بہادر پایا۔مولوی میر حسن نے علم و ادب

اور لسانیات کی جو فکری اور ذہنی جوت جگائی تھی شاید وہی انہیں شاعری کی طرف لے گئی۔ آمد اور آورد اپنی جگہ۔۔۔۔۱۹۰۲ء میں اُن کی ایک غزل لکھنو کے ''پیام یار'' میں چھپی اور پسند بھی کی گئی۔ یہی دن تھے جب جی میں سمایا کہ اصلاح سخن کے لیے علامہ اقبال کی شاگردی اختیار کی جائے۔ علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا۔ ''شاعری خداداد چیز ہے۔ اگر شعر گوئی کا جذبہ سچّا ہے تو مشق سخن کیے جائیں اور اساتذہ کا کلام پڑھتے رہیں تاکہ کان بحروں سے مانوس ہو جائیں۔ اور زبان میں کوئی سقم نہ رہے۔'' امین حزیں سیالکوٹی کا مجموعہ کلام دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ زندگی بھر علامہ اقبال کی اس نصیحت پر عمل پیرا رہے۔ ندیم احمد خان ''سرودِ سرمدی'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''گلبانگ حیات'' انہوں نے خود علامہ اقبال کے نامِ نامی سے منسوب کی تھی اور اسی نسبت سے ''سرودِ سرمدی'' قائداعظم محمد علی جناح کی نذر ہے۔''

امین حزیں اقبال سے اس درجہ متاثر تھے شعوری طور پر اقبال کے رنگ کو اپنانے کی کوشش کی۔ اپنے انداز میں وہی مفکرانہ لہجہ پیدا کرنے کی کوشش کی جو علامہ سے مخصوص ہے۔ انہوں نے بہت سی ایسی تراکیب استعمال کی ہیں جو اقبال کو پسند تھیں جیسے قصہ ناتمام، دامن گلشن، حسن فطرت، نورِ سحر، خودی، عمل، حیات وغیرہ۔ یہ علائم یا استعارے کسی حد تک امین حزیں کو اقبال کے لب و لہجے میں بات کرنے کا شرف بخشتے ہیں۔ جس کے سبب وہ اپنے خیالات کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے میں کامیاب ہیں۔ امین حزیں کا کلام بہت مختصر ہے لیکن اُن کی شاعری کے تیور دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے شعوری طور پر علامہ کے اثرات نہ صرف قبول کیے بلکہ ان کو جذب کر کے اپنے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی۔

امین طارق:

محمد امین طارق ولدیت نذیر احمد ۷ امارچ ۱۹۴۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم ایم ۔بی پرائمری اسکول گھاس منڈی ،سیالکوٹ میں حاصل کی۔پھر اسلامیہ ہائی اسکول میں داخل ہوئے ۱۹۶۲ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔بعدازاں ثانوی تعلیم کے لیے مرے کالج میں داخل ہوئے ۱۹۶۶ء میں بی ۔اے کا امتحان پاس کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ پنجاب کے شعبہ اردو میں ایم ۔اے کی ڈگری کے لیے یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔۱۹۶۶ء میں ایم ۔اے اردو پاس کیا۔

آپ مرے کالج سے بطور طالب علم ۱۹۶۲ء میں وابستہ ہوئے تو ''مرے کالج میگزین'' میں لکھنا شروع کیا۔ساتھ ہی طالب علم مدیر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔محمد امین طارق نے ۱۹۷۷ء میں اقبال صدی کے حوالے سے ''مرے کالج میگزین'' کا نام تبدیل کر کے ''مفکر'' مقرر کر دیا۔آپ کی ادبی نگارشات مرے کالج کے ادبی مجلّے میں باقاعدگی سے شائع ہوتی رہیں۔جن میں اکثر مضامین علامہ اقبال پر لکھے گئے۔پروفیسر محمد امین طارق ایک عرصے تک مرے کالج سیالکوٹ میں اقبالیات پڑھاتے رہے اس حوالے سے ان کی دلچسپی اقبالیات سے بہت زیادہ ہے۔

خالد نظیر صوفی:

خالد نظیر صوفی نے ۲۸ جون ۱۹۳۹ء بروز بدھ سیالکوٹ میں آنکھ کھولی۔ان کے دادا جان شیخ خورشید احمد نے ''زین العابدین'' نام تجویز کیا،مگر ان کے والد محترم نے شیخ نظیر احمد صوفی نے آخری فیصلہ ''خالد محمود'' کے حق میں دیا۔خالد نظیر کا اصل نام ''خالد محمود'' ہے مگر ادبی دنیا میں ''خالد نظیر صوفی'' کے نام سے مشہور ہوئے۔خالد نظیر صوفی نے اقبال منزل ہی میں ہوش سنبھالا چونکہ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے اور ننھیال میں رہنے کی وجہ سے بہت لاڈلے تھے۔خالد نظیر ابھی پانچ برس کے تھے کہ ۱۹۴۴ء میں قائداعظم سیالکوٹ آئے تو انہوں نے اقبال منزل کی بالکنی سے قائد پر گل پاشی کی۔خالد نظیر نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر

ہی سے شروع کی مولوی بشیر احمد ان کے لیے گھر پر ہی اتالیق مقرر کر دیئے گئے تھے۔ درجہ سوم تک گھر ہی مولوی صاحب موصوف سے پڑھتے رہے اور چہارم میں اسلامیہ سکول کی پرائمری برانچ اڈہ پسروریاں میں انہیں داخل کروادیا گیا۔ اسلامیہ سکول سے پانچویں کرنے کے بعد، انہوں نے اسکاچ مشن ہائی سکول، گندم منڈی سیالکوٹ میں داخلہ لیا اور اسی سکول میں ۱۹۵۵ء میں سولہ برس کی عمر میں میٹرک پاس کیا۔ میٹرک کے بعد انہوں نے مرے کالج میں داخلہ لیا۔ مرے کالج سے انہوں نے گریجویشن کرنے کے بعد ۱۹۷۷ء تک خاندانی کاروبار میں اپنے والد گرامی کا ہاتھ بٹاتے رہے۔

قیام پاکستان کے دوران ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے جلوس خالد نظیر اقبال منزل کی بالکنی سے دیکھا کرتے تھے۔ خالد نظیر نے مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے صدارتی الیکشن میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۶۲ء میں مادر ملت سیالکوٹ آئیں تو خالد نظیر نے مادر ملت کے گلے میں ہار پہنایا۔ مادر ملت نے ان کے سر پر دستِ محبت رکھا۔ سیالکوٹ سٹوڈنٹس ویلفیئر سوسائٹی کے ساتھ بھی کچھ عرصہ منسلک رہے اور سوسائٹی کے سہ ماہی پرچے ''مشعل راہ'' کی مجلس ادرات میں بھی شامل رہے مگر دوسری مصروفیات کی وجہ سے اسے خیر آباد کہہ دیا۔ خالد نظیر نے ۱۹۶۷ء کے یوم اقبال پر سب سے پہلے علامہ اقبال کی گھریلو زندگی کے بارے میں کچھ یادیں اور واقعات یکجا کر کے ایک مضمون مختلف اخبارات کو بھجوایا جو ان کی توقعات سے بڑھ کر پسند کیا گیا۔ ان کی والدہ حضرت علامہ اقبال کی سگی بھتیجی تھیں اور تقریباً دو برس کی عمر میں حضرت علامہ نے انہیں اپنی بیٹی بنالیا۔ ''اقبال درون خانہ'' خالد نظیر کی پہلی تصنیف اور خاندان اقبال کی جانب سے بھی حضرت علامہ کے گھریلو حالات کا مجموعہ تھی۔ جس کا پیش لفظ مولانا غلام رسول مہر نے لکھا۔ مئی ۱۹۷۷ء میں خالد نظیر دبئی چلے گئے اور وہاں سے نومبر ۱۹۹۶ء میں بیس سال بعد وطن واپس لوٹے۔ سیالکوٹ واپس کر ایک بار پھر انہوں نے اپنی بھولی بسری یادوں کو زندہ کیا اور ان تحریروں کو یکجا کیا جو بزرگوں سے حاصل کی

تھیں۔ تلاش بسیار کے بعد وہ ڈائریاں اور تحریریں ملی اور ان کو ترتیب دے کر" اقبال درون خانہ" (حصہ دوم) کی اشاعت کے لیے" اقبال اکادمی پاکستان" لاہور کے حوالے کیا اور اقبال اکادمی نے ۲۰۰۳ء میں یہ کتاب چھاپی۔

خواجہ اعجاز احمد بٹ:

خواجہ اعجاز احمد بٹ ۱۹۴۲ء (تاہم اُن کے مطابق تاریخ پیدائش ۱۹۴۳ء) سیالکوٹ کے معروف کشمیری گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول سے میٹرک، مرے کالج سے ایف ایس سی، جناح اسلامیہ کالج سے بی اے، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے انگلش کے امتحانات پاس کیے۔ بعدازاں ایم اے اردو اور ایم اے سیاسیات کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۹۶۵ء میں اصغر سودائی کے لیے جناح اسلامیہ کالج لیکچرار ان انگلش ۱۹۷۶ء سے گورنمنٹ مرے کالج میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر پھر ۲۰۰۲ء میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اور پروفیسر ریٹائر ہوئے بعد ازاں ریٹائرمنٹ کے بعد ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۸ء تک لیڈرشپ کالج میں بطور پرنسپل فرائض سرانجام دیئے۔ افسانہ، ناول، ڈرامہ، تنقید میں نام پیدا کیا۔ اقبالیات کے حوالے سے آپ کی تصانیف بنیادیں (۲۰۰۲ء۔۔۔علامہ اقبال کے کالج کے شعراء)، اقبال اور مرے کالج (۲۰۰۲ء۔۔۔دیباچہ ڈاکٹر سعدیہ بشیر)، افکار اقبال (۲۰۱۱ء۔۔۔دیباچہ ڈاکٹر طاہر تونسوی)، مقالات اقبال (۲۰۱۲ء۔۔۔۔۔دیباچہ ڈاکٹر انوار احمد)، اقبال اور اٹلی (۲۰۱۴ء۔۔۔دیباچہ ڈاکٹر ویٹو، اٹلی)، اقبال بطور ماہر تعلیم واستاد (انگریزی) ۲۰۱۵ء، سکالہ کے اقبال شناس قابل ذکر ہیں۔

خواجہ عبدالحمید عرفانی:

ڈاکٹر سر محمد اقبال کو ایران میں متعارف کروانے کا سہرا خواجہ عبدالحمید عرفانی کے سر جاتا ہے جو ۴ نومبر ۱۹۰۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پرائمری سکول کوٹلی امیر علی

سیالکوٹ سے حاصل کی۔ ۱۹۲۷ء میں صادق ایجرٹن کالج بہاولپور سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ پرنس آف ولز جموں سے ۱۹۲۹ء میں عبدالحمید عرفانی نے بی۔اے کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں محکمہ تعلیم بلوچستان میں سنیئر انگلش ٹیچر کی حیثیت سے تعینات ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی ادبیات اور ۱۹۳۴ء میں فارسی میں ایم۔اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔

۱۹۴۵ء میں حکومت ہند کی طرف سے کلچرل سفیر مقرر ہو کر ایران چلے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں گورنمنٹ کالج کوئٹہ میں وائس پرنسپل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۵۵ء میں حکومت ایران نے عرفانی صاحب کو نشان سپاس اور نشان ورزش عطا کیے۔ ۱۹۵۶ء میں عبدالحمید عرفانی نے پنجاب یونیورسٹی سے یونیورسٹی کی تاریخ میں پہلا مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال کے صد سالہ جشن تقریبات کے سلسلہ میں حکومت ایران نے پاکستان سے صرف عبدالحمید عرفانی کو مدعو کیا۔ ۱۹۷۸ء سے سیالکوٹ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۸۷ء میں جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں عرفانی بلاک بھی تعمیر کیا گیا۔ ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی کا سب سے بڑا کارنامہ اقبال کو ایران میں متعارف کرانا ہے۔ خواجہ عبدالحمید عرفانی نے ڈاکٹر علامہ اقبال پر تین مندرجہ ذیل کتابیں لکھی ہیں۔

۱۔ اقبال ایران ۲۔ اقبال ایرانیوں کی نظر میں ۳۔ پیام اقبال

''اقبال ایران'' میں عرفانی نے اپنے ایران کے قیام کے دوران اقبال کو ایران میں متعارف کرانے کی جدوجہد، ایرانیوں کی اقبال سے آشنائی اور ایرانیوں کی اقبال سے اور پاکستان سے محبت کا ذکر کیا ہے۔ ''اقبال ایرانیوں کی نظر میں'' یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اقبال سے آشنا ہونے کے بعد اہل علم ایرانیوں کی اقبال کے بارے میں رائے اپنے بزرگ شعراء جیسی تھی۔ اور وہ اقبال کو حافظؔ، جامیؔ، سعدیؔ اور رومیؔ کی صف میں شامل کرنے

لگے تھے۔'' پیام اقبال'' میں عرفانی نے طلباء کی سہولت کے لیے اقبال کے پیغام کا خلاصہ چند صفحات میں پیش کیا ہے۔

جاوید اقبال (جج):

پاکستانی ماہر قانون اور ادیب، حکیم الامت علامہ اقبال کے فرزند، سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے پاس کرنے کے بعد ۱۹۵۴ء میں انگریزی اور فلسفہ میں ایم اے کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا اور طلائی تمغہ حاصل کیا۔ ۱۹۵۴ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی اور ۱۹۵۶ء میں بار ایٹ لا ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں آسٹریا کے شہر کینبرا میں ایشیا میں آئین کا مستقبل کے مذاکرہ میں شرکت کی۔ تین مرتبہ اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے رکن کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں حکومت امریکا کی دعوت پر وہاں گئے اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ''اقوام متحدہ کا مستقبل'' پر لیکچر دیئے۔ ۱۹۶۵ء میں ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے نائب صدر اور ۱۹۷۱ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ متعدد انگریزی اور اردو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ہائی کورٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد ایک دانشور کی حیثیت سے سرگرم رہے۔ آپ کی تصنیفات میں خطبات اقبال، تسہیل و تفہیم، رضیہ سلطانہ (ڈراما)، افکار اقبال (تشریحات جاوید)، جہاں جاوید (دو جلدیں)، اپنا گریباں چاک (خودنوشت)، زندہ رود (سوانح اقبال)، شذرات فکر اقبال (۱۹۶۱ء)، نظریہ پاکستان، انگریزی میں (۱۹۵۹ء)، پاکستان اور اسلامی لبرل تحریک، انگریزی میں (۱۹۹۴ء)، اسلام میں ریاست کا تصور: تشخیص نو، انگریزی میں، اسلام اور پاکستان کی شناخت، انگریزی میں قابل ذکر ہیں۔ جاوید اقبال کینسر کے مریض تھے۔ ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۵ء کی صبح وہ شوکت خانم اسپتال میں وفات پا گئے۔

جلیل جاوید ایڈووکیٹ (مرحوم):

جلیل جاوید ولد محمد خلیل الرحمٰن خلیل مورخہ ۳ اپریل ۱۹۲۷ء کو محلّہ چاہ جٹاں روڈ

سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔آپ نے میٹرک کا امتحان ۱۹۴۴ء میں پاس کیا۔ایف اے کا امتحان دسمبر ۱۹۴۷ء میں پاس کیا۔پنجاب یونیورسٹی لاہور سے قانون کا امتحان ستمبر سال ۱۹۵۳ء میں امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔آپ ۲۹ جنوری ۱۹۹۰ء کو اپنے آبائی گھر فوت ہوئے۔مرے کالج میں زیر تعلیم تھے تو MSF میں شامل ہو گئے۔علامہ اقبال سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ماہانہ ''اقبال'' ۱۹۴۸ء میں سیالکوٹ سے اجراء کروایا۔جس کی ترتیب دینے میں ثریا زریں اور طالب شاہ آبادی شامل تھے۔سال ۱۹۷۰ء میں ہفت روزہ ''ادراک'' سیالکوٹ سے شائع کروایا۔جس کے وہ خود ایڈیٹر تھے۔جناب جلیل جاوید زمانہ تعلیم سے لے کر تادم مرگ فکر اقبال کی بابت اپنے ہفت روزہ ادراک میں ''اقبال'' پر مستقل طور پر نظماً و نثراً لکھتے رہے۔

ریحانہ کوثر:

ریحانہ کوثر سیالکوٹ میں پیدا ہوئی۔ابتدائی تعلیم یہی سے حاصل کی بعدازاں یورپ جا کر ''اقبال جرمنی میں'' مقالہ لکھا اور اُسے کتابی صورت میں شائع کیا۔اس مقالے کو ریحانہ کوثر نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔پہلے باب میں علامہ اقبال کے یورپ جانے کے محرکات بیان کیے ہیں۔دوسرے میں ان کے ہائیڈل برگ یونیورسٹی کے ساتھ تعلقات پر روشنی ڈالی ہے۔اس کے علاوہ ہائیڈل برگ میں ان کی مصروفیات مشاغل اور تفریحات کو بیان کیا ہے۔تیسرے باب میں میونخ یونیورسٹی سے حصول ڈگری پی۔ایچ۔ڈی کے تمام مراحل لکھے ہیں۔چوتھے باب میں اقبال کی Prism شخصیت کی ایک شعاع جس کا نام ایماویگے ناسٹ ہے۔ان کے حالات زندگی اور اقبال کے ساتھ تعلقات کی وضاحت کی ہے۔ریحانہ کوثر نے پانچویں باب میں بتایا ہے کہ اقبال جرمنی میں شاعروں، مفکرین، مفکروں، شخصیات اور آدرشوں سے کس حد تک متاثر ہوئے۔ریحانہ کوثر مادر علمی مادر علمی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا بھی شکریہ ادا کرتی ہیں۔جس کے باعث اُن کو یہ تحقیقی کام

کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

صوفیہ بٹ:

مس صوفیہ بٹ ۱۳ مئی ۱۹۶۵ء کو شہر سیالکوٹ کے محلہ راجہ روڈ میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام محمد طفیل بٹ تھا۔ انہوں نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ اسلامیہ گرلز ہائی اسکول اردو بازار سیالکوٹ سے ۱۹۸۰ء میں پاس کیا۔ ایف۔ اے کا امتحان ۱۹۸۲ء میں اور بی اے گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین سے ۱۹۸۴ء میں پاس کیا۔ ۱۹۹۲ء میں بی ایڈ لاہور کالج آف سے مکمل کیا۔ مس صوفیہ بٹ نے ۱۹۹۳ء میں گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ سے ایم ۔اے اردو کا امتحان اوّل پوزیشن سے پاس کیا اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے کانوکیشن میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ مس صوفیہ بٹ نے ایم۔فل کے لیے تحقیقی مقالہ ''اقبال اور سیالکوٹ کی معاصر شخصیات'' ۱۹۹۸ء میں علامہ اوپن یونیورسٹی میں جمع کروا کر ایم۔فل اقبالیات کی ڈگری حاصل کی۔

فیض احمد فیض:

فیض ۱۳ فروری ۱۹۱۱ء کو کالا قادر، ضلع نارووال پنجاب، برطانوی ہند میں ایک معزز سیالکوٹی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد، سلطان محمد خان ایک علم پسند شخص تھے۔ وہ پیشے سے ایک وکیل تھے اور امارت افغانستان کے امیر عبدالرحمٰن خان کے چیف سیکرٹری بھی رہے۔ بعد ازاں، انہوں نے افغان امیر کی سوانح شائع کی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ ہے۔ فیض کے گھر سے کچھ دوری پر ایک حویلی تھی۔ یہاں اکثر پنڈت راج نارائن ارمان مشاعروں کا انعقاد کرتے تھے، جن کی صدارت منشی سراج الدین کیا کرتے تھے، منشی سراج الدین، مہاراجہ کشمیر پرتاپ سنگھ کے منشی تھے اور علامہ اقبال کے قریبی دوست تھے۔ انہی محفلوں سے فیض شاعری کی طرف مرغوب ہوئے اور اپنی پہلی شاعری دسویں جماعت میں قلمبند کی۔

فیض کے گھر کے باہر ایک مسجد تھی جہاں وہ فجر کی نماز ادا کرنے جاتے تو اکثر مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کا خطبہ سنتے اور ان سے مذہبی تعلیم حاصل کرتے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ نے سکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں داخلہ لیا اور یہاں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کے امتحانات کے بعد آپ نے ایف اے کا امتحان مرے کالج سیالکوٹ سے پاس کیا۔ آپ کے اساتذہ میں میر مولوی شمس الحق (جو علامہ اقبال کے فارسی کے بھی استاد تھے) بھی شامل تھے۔ آپ نے اسکول میں فارسی اور عربی زبان سیکھی۔ بی اے آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا اور وہیں سے ۱۹۳۲ء میں انگریزی میں ایم اے کیا۔ بعد میں اورینٹل کالج لاہور سے عربی میں ایم اے کیا۔ آپ ۱۹۳۶ء میں سجاد ظہیر اور صاحبزادہ محمود الظفر کے ساتھ مل کر انجمن ترقی پسند مصنفین تحریک کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۴۷ء میں آپ پاکستان ٹائمز اخبار کے مدیر بنے۔

فیض کے آغازِ شعور میں علامہ اقبال کی شہرت کا دائرہ ہندوستان کی سرحدوں کو عبور کر کے مشرق و مغرب تک پھیل چکا تھا، ایسے میں فیض کا اقبال سے متاثر ہونا بالکل فطری تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں منعقدہ ایک مشاعرے میں ''اقبال'' کے عنوان پر انعامی مقابلے کے لیے فیض نے بھی ایک نظم لکھ کر اقبال کو خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ نظم بعد ازاں گورنمنٹ کالج کے ادبی مجلّے راوی میں ''اقبال'' کے عنوان سے شائع ہوئی:

زمانہ تھا کہ ہر فرد انتظارِ موت کرتا تھا
عمل کی آرزو باقی نہ تھی بازوے انساں میں
بساط دہر پر گویا سکوتِ مرگ طاری تھا
صدائے نوحہ خواں تک بھی نہ تھی اس بزم ویراں میں
رگِ مشرق میں خون زندگی تھم تھم کے چلتا تھا
خزاں کا رنگ تھا گلزارِ ملت کی بہاروں میں

پروفیسر علی احمد فاطمی کے خیال میں اس نظم سے اقبال کی عظمت پر روشنی پڑتی ہی ہے، خود فیض کے شعورِ فکر و فن کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ نظم کا تانا بانا، ردیف و قافیہ، تراکیب اقبال اور فیض کے فکری رشتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ فیض اپنے بعض بیانات اور تحریروں میں تسلسل کے ساتھ اقبال سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے رہے۔ فیض نے اقبال کے افکار و اسالیب کے مابین ربط تلاش کرتے ہوئے لکھا۔ اقبال فن برائے فن کا شدید مخالف تھا، اس لیے ہم اس کے فن یا اسٹائل یا تکنیک یا دوسرے شعری محاسن نفس مضمون سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ اس امر کے باوصف کہ اس کا اسٹائل بتدریج بدلتا رہا، اس نے مختلف اسٹائل اختیار کیے۔ فیض ساری زندگی اقبال کو خراج عقیدت اور خراج تحسین پیش کرتے رہے۔

معراج بیگم:

علامہ اقبال کی پہلی بیگم گجرات کے سول سرجن ڈاکٹر عطا محمد خان کی بیٹی کریم بی بی تھیں۔ ان کے بطن سے اقبال کے ہاں دو بچے آفتاب اقبال اور معراج بیگم پیدا ہوئے۔ علامہ اقبال کو اپنی بیٹی معراج سے بہت محبت تھی۔ معراج بیگم انیس سال کی عمر میں ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔

مولوی میر حسن:

مولوی سید میر حسن کی پیدائش بروز جمعرات ۲۹ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ/۱۸ اپریل ۱۸۴۴ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ سیالکوٹ اُس وقت سکھ سلطنت کا حصّہ تھا۔ میر حسن مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، اُن کی ابتدائی تعلیم دینی اعتبار سے ہوئی۔ عہد جوانی میں وہ کسی عطیہ پر زندگی بسر کرنے کو مخالف تھے۔ ۱۸۶۳ء میں ۱۹ سال کی عمر میں وہ دہلی پہنچے اور وہاں مرزا غالب سے ملاقات کی۔ بعد ازاں مرے کالج، سیالکوٹ میں بطور استاد عربی زبان، فارسی زبان میں پڑھانے لگے۔

میر حسن سرسید احمد کے پرستار تھے۔ ہر خاص تقریب میں میر حسن سرسید احمد خان سے ملاقات کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ وہ محمڈن ایجوکیشن کانفرنس کے باقاعدہ دورہ کرنے والے اشخاص میں شامل تھے۔ سرسید احمد خان جب موجودہ پنجاب، پاکستان کے دورے پر آئے تو اُن کا استقبال مولوی میر حسن نے کیا تھا۔ میر حسن اپنے علاقہ میں علی گڑھ تحریک کے نمایاں رکن تھے۔

مولوی میر حسن کی وجہ شہرت اُن کے نامور شاگرد علامہ محمد اقبال ہیں۔ محمد اقبال نے آپ سے عربی زبان اور فارسی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ محمد اقبال میں جذبہ شاعری کو بیدار کرنے والے میر حسن ہی تھے۔ محمد اقبال کی ابتدائی شاعری میں میر حسن کی تعلیمات کا اثر نظر آتا ہے۔ ۱۹۲۳ء میں جب تاج برطانیہ کی جانب سے محمد اقبال کو سر کا خطاب دیا جانے لگا تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ اُن کے استاد (مولوی میر حسن) کو بھی شمس العلماء کا خطاب دیا جائے وگرنہ وہ سر کا خطاب قبول نہیں کریں گے۔ لیکن انگریز گورنر جنرل نے اصرار کیا کہ انہوں نے ہنوز کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جس کے پیش نظر یہ خطاب نہیں دیا جاسکتا۔ محمد اقبال نے کہا ''میں خود اُن کی تصنیف ہوں'' اس پر برطانوی حکومت کو مولوی میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب دینا پڑا۔

شمس العلماء مولوی میر حسن نے غلام حسن کے ہاں ننھے اقبال کو پڑھائی میں جب مشغول پایا تو شیخ نور محمد سے استدعا کی کہ اس بچے کو میرے حوالے کر دیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ آپ ہی کا فیض تھا کہ اقبال حکیم الامت اور شاعر مشرق کے القابات سے جانے گئے۔ اقبال کی دستیاب شاعری میں اولین اشعار بھی میر حسن کے فرزند تقی کے کبوتروں پر تھے۔ اقبال نے اپنے اشعار اور مکاتیب میں بھی مولوی میر حسن کا ذکر کیا ہے۔ مولوی میر حسن بروز بدھ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ/ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ۸۵ سال ۵ ماہ ۷ دن کی عمر میں سیالکوٹ میں وفات پا گئے۔ سید سلطان محمود حسن نے ان کی سوانح عمری ''علامہ کے استاد شمس العلماء

مولوی سید میر حسن: حیات و افکار'' کے نام سے لکھی جس کی اشاعت ۱۹۸۱ء میں اقبال اکادمی سے ہوئی۔

یوسف سلیم چشتی:

یوسف سلیم چشتی بریلی، برطانوی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۸ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے فلسفے میں بی۔اے آنرز اور ۱۹۲۴ء میں احمد آباد یونیورسٹی سے فلسفے میں ایم اے کیا۔ پہلے کانپور کے ایک کالج اور پھر ایف سی کالج لاہور میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ علامہ اقبال اور غلام بھیک نیرنگ کی مساعی میں لاہور میں اشاعت اسلام کے پرنسپل رہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران یہ کالج بند ہو گیا تو ریاست منگرو چلے گئے۔ چشتی کو ۱۶ سال محمد اقبال کی صحبت کا شرف حاصل رہا۔ آپ نے اقبال کی تمام اردو اور فارسی کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ مذہب، فلسفہ، تصوف، تاریخ اور سوانح متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کی تصانیف میں اسرار شرح خودی (۱۹۸۱)، شرح رموزِ بے خودی، شرح پیام مشرق، شرح بانگ درا، شرح زبور عجم، شرح جاوید نامہ، شرح بال جبریل، شرح ضرب کلیم، شرح مثنوی چہ باید کرد اے اقوام مشرق مع مسافر، شرح ارمغان حجاز، شرح دیوان غالب، تعلیمات اقبال، علامہ اقبال مرحوم: حیات، فلسفہ، پیغام، تاریخ تصوف، ملفوظات اقبال، اقبال اور پیام حریت قابل ذکر ہیں۔ یوسف سلیم چشتی کا ۱۱ فروری ۱۹۸۴ء کو لاہور میں انتقال ہو گیا۔